محمد حفیظ اللہ

پھلواری شریف (پٹنہ)

# عالیجناب آنرابل سر سیّد محمد فخرالدین صاحب بالقابہ وزیر صیغہ تعلیمات

## صوبہ بہار و اُڑیسہ

اسلامی مساوات کے انگریزی ترجمہ کا دیباچہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے خوشی ہے کہ میرے نوجوان دوست مولوی محمد حفیظ اللہ آنریری سکریٹری مسلم اسوسی ایشن پھلواری شریف نے ایک چھوٹے سے رسالہ کی شکل میں جسکا نام "اسلامی مساوات" ہے، اسلامی اصول جمہوریت کی نہایت اچھی تشریح پیش کی ہے۔ اسلام کی بنیاد آزادی، اخوت اور مساوات کے اصولوں پر قائم ہے۔ قابل مصنف نے نہایت صحیح طور پر اپنے خیالات کی تائید میں نصوص قرآنی اور احادیث پیش کی ہیں۔ اخوت اور مساوات کی ممتاز خصوصیت ہیں اور جب تک مسلمان ان اصول پر سختی سے کاربند رہے وہ برابر ترقی کرتے رہے۔ اس مضمون کو نہایت صفائی اور موثر طریقہ پر بیان کرنے قابل مصنف نے جماعت اسلامی کی ایسی خدمت کی ہے جس کے لئے وہ نہایت تعریف کے مستحق ہیں۔

۷۸۶

# عرض مُصنّف

اُس خدائے قدوس کا (جس نے انسانوں کو بھائی بھائی بنا کر پیدا کیا) ہزاروں شکر ہے کہ اُس نے مجھ جیسے ضعیف انسان کو مساوات اسلامی کی تبلیغ و اشاعت میں سعی و جہد کی توفیق عطا فرمائی میں نے جو کچھ کہا اور جو کچھ لکھا اور اُس میں جو کچھ تاثیر عطا ہوئی وہ محض خدا کا ایک فضل و احسان ہے۔ سچ یہ ہے کہ دنیا استبداد سے تنگ آچکی ہے اور اُس پر بسنے والی اکثریت مسلسل ناانصافیوں سے گھبرا اُٹھی ہے۔ اب دنیا اور زیادہ دنوں تک تاریکی میں نہ رہیگی اور انصاف و مساوات کی کمزور ترین آواز پر بھی زور و شور کیساتھ "لبیک لبیک" پکار اُٹھے گی، خود فضلائے عصر کی ایک بڑی جماعت اپنی پوری روشن خیالی کیساتھ تہیہ کر چکی ہے کہ اقوام عالم کیلئے "پس افتادگی" کے لفظ و مفہوم دونوں کو دنیا کے لغت و ذہن دونوں سے محو کر دے یہی وجہ ہوئی کہ جب اِس خاکسار راقم الحروف نے "اسلامی مساوات" لکھکر اپنی نحیف آواز بلند کی تو دنیا نے ہمارے وہم و گمان سے بھی زیادہ اس کا پُرتپاک خیر مقدم کیا مشائخ عظام، علمائے کرام، زعمائے ملت اور قومی و مذہبی جرائد نے جن ہمت افزا الفاظ میں اپنی آرائے گرامی تحریر فرمائی ہیں وہ اسلامی مساوات کی اس جدید اشاعت میں کسی دوسری جگہ پر درج ہیں۔ اور بلاشبہ ان کی یہ توجہات ہماری کامیابی کی ضمانت ہیں۔

پہلے اڈیشن کا ایک ایک نسخہ دِن گنتے ختم ہوگیا۔ ضرورت تھی کہ ایک دوسرا اڈیشن چھپکر تیار ہو جس میں پہلے اڈیشن کے بعض اسقام دور کردیئے جائیں اور بہت سی جدید معلومات کا اضافہ ہو۔ نیز لکھائی چھپائی کا بھی بہتر انتظام کیا جائے۔ الحمدللہ کہ آج اِن اصلاحات کے بعد اسلامی مساوات کا جدید اڈیشن اپنے ناظرین باتمکین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

مَیں نہایت مسرت کیساتھ اپنے قدردانوں کو یہ اطلاع دیتا ہوں کہ میرے محترم بھائی جناب مولوی عبدالغنی صاحب جنرل سکرٹیری انجمن تعلیم الاطفال پھلواری شریف نے اسلامی مساوات کا انگریزی ترجمہ بھی مکمل کردیا ہے جس پر **فخرِ بہار آنربل وزیرِ تعلیمات سر سید محمد فخرالدین** بالقابہ نے اپنے قلم سے ایک دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ انگریزی ترجمہ بھی انشاءاللہ عنقریب شائع ہو کر ملک و قوم کے سامنے پیش ہوگا۔ والسلام

پھلواری شریف

۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

خاکسار

محمد حفیظ اللہ عفی عنہ

# اسلامی مساوات

## کے متعلق

## ملک کے نامور علمائے کرام اور اہل قلم حضرات کی رائیں

## (صرف چند خطوط کا اقتباس)

حضرت قبلہ مولانا قاری حاجی شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی

پھلواروی مدظلہ العالی کا ریویو۔

" میں نے عزیزم میاں حفیظ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ سکرٹیری اسوسی ایشن پھلواری شریف کی مؤلفہ "اسلامی مساوات" از اوّل تا آخر پڑھی۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی طبیعت کو بہت سلیم بنایا ہے۔ اور بچپن ہی سے علمی خدمت کا دل میں شوق رکھتے ہیں۔ جہانتک مساوات کا تعلق ہے آجکل ساری دنیا اسلام کے پاکیزہ اور فطرتی اصول کی طرف کھنچی جا

ہے۔ خود ہندوستان میں ہمارے برادران ہنود اچھوت قوموں کو ملانے اور ان کو درجۂ مساوات دینے میں حد سے زیادہ کوشاں ہیں۔ شدھی سبھا۔ ہندو مہاسبھا اور کانگریس ہر جگہ اس کی پکار ہے۔ آج ایک غیر مسلم کانگریس کی کرسی صدارت پر بیٹھکر علانیہ پکارتا ہے کہ "خدا[1] کی برکت اور الہام کسی خاص نسل یا مذہب کا ورثہ نہیں ہے" آج دنیا خدا کی اُس آواز کی طرف جھک رہی ہے جو تیرہ سو برس قبل ہمیں سنائی گئی تھی کہ بِئْسَ مَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ۔ اور مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔

---

[1] یہ جملہ گاندھی جی نے انتالیسویں انڈین نیشنل کانگریس بلگام کے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ دنیا اسلام کی طرف کھنچ رہی ہو کیا یہ مسلمانوں کی انتہائی بدنصیبی نہ ہوگی کہ یہ خود اسلام سے دور ہوتے جائیں؟

میرے عزیز میاں حفیظ اللہ سلمہ نے اس رسالے کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام کی وسیع ترین برادری میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ میرا بھی یہی پیام ہے کہ

كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا

حضرت قبلہ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ :-

آپکی محنت اور جانفشانی قابلِ تحسین ہے۔ طریقۂ ادا اچھا ہے۔ دلائل ایسے ہیں کہ عوام کو راہ یاب کر سکتے ہیں۔ لطائف اور اقتباسات نے معقول جگہ پائی ہے۔

حضرت مولانا حاجی محمد فرخند علی صاحب مدظلہ مدرس اول و مہتمم مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام :-

اس موضوع پر بہت خوب رسالہ ہے۔ طرز بیان بھی بہت اچھا ہے ہر طرح سے قابل تعریف ہے۔

میرے خیال میں اس سے پیشتر اس موضوع پر کوئی رسالہ ایسا مکمل اور جامع شائع نہیں ہوا۔ فاضل مؤلف کی محنت و جانفشانی یقیناً قابل قدر ہے۔ اور وہ ہر طرح سے مستحق صد آفرین و تحسین ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین۔

حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مدظلہ. صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر

مدرس مدرسہ امینیہ دھلی :۔

قابل مؤلف نے ایک بڑی مذہبی وقومی وملکی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے
یہ رسالہ لکھا ہے۔ فی الحقیقت اسلامی تعلیم اس بارے میں نہایت صاف اور واضح
ہے۔ اور جب تک لوگ اسلامی مساوات پہ سچے دل سے عامل نہ ہوں ترقی معلوم،
خدا تعالیٰ مولف کی سعی مشکور فرمائے آمین۔

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند ومفتی عدالت العالیہ
عثمانیہ حیدرآباد دکن۔

"... ہر ایک مسلمان کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے"

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب ناظم مدرسہ عالیہ دیوبند :۔
آپ نے اس مقدس موضوع کو جن دلائل وبراہین شرعیہ وواقعات واخبار صادقہ
سے ثابت کیا ہے ناقابل انکار ہیں ۔ ۔۔ "

حضرت مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب قادری دانا پوری :۔
واقعی یہ رسالہ اچھی نیت اور مستحسن ارادہ سے لکھا گیا ہے۔ تقریر میں سلامت روی اور
دیانت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اصلاحی امور خصوصاً شرعی باتوں میں ان کا خیال ایک دیندار

مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ افراط و تفریط سے تحریراً ورنہ صرف تحریر بلکہ دل بھی
پاک ہو، اور بحث کا مدار جناب رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر ہو۔ اور الحمدللہ کہ ان امور کا آپ نے
بہت کچھ لحاظ رکھا ہے ..........................."

**نیشنل پوئٹ سر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب۔ پی۔ اچ۔ ڈی۔ بیرسٹر لاہور**

آپ کا رسالہ اسلامی مساوات بہت معنی خیز ہے۔ اس قسم کا لٹریچر کثرت سے ملک میں
شائع ہونا چاہیئے اور بالخصوص ہندوستان کے غیر مسلم اقوام میں کیونکہ ان اقوام کو اسلام
کے اس پہلو سے مطلق آگاہی نہیں۔ میرے ایک ہندو دوست عمر ابن عبدالعزیز کے حالات
پڑھکر بہت حیران ہوئے۔

**جناب خان بہادر مولوی مرزا سلطان احمد خاں صاحب رئیس قادیان۔**

سابق ریونیو منسٹر ریاست بھاولپور :-

"........ مسلمانوں کو بہ صدق دل مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب کا مشکور ہونا چاہیئے
کہ انھوں نے عین وقت پر "اسلامی مساوات" پر روشنی ڈالی اور اس بحث میں
ایک مکمل رسالہ لکھکر مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ ان کی بد قسمتی اور تنزل کے وجوہ
متعددہ میں سے بڑی بھاری وجہ حریت اور مساوات سے بیگانگی بھی ہے۔ میں صدق
دل سے مصنف کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کا قلم اچھے رخ پر چلا اور انھوں نے اس

نقص کو ہمدردی کیساتھ نپٹ لیا۔ کاش مسلمان اس طرف متوجہ ہوں اور اس کے ساتھ
ہی اغراض حریت اور قانون مساوات پر غور کرتے ہوئے اپنے باہمی معاملات کو بھی درست
کریں۔ اور غیرت سے کام لیں۔ جب ہم میں حریت اور مساوات کی روح کام کریگی تو
ہماری ذلت اور پستی رفتہ رفتہ اوج اور عروج سے بدلتی جائیگی"

**مولانا خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی :۔**

حقیقت میں آپ نے کتاب کو بہت محنت و جانکاہی سے تالیف فرمایا خداوند کریم جزائے خیر
عنایت فرمائے۔

ایسی کتابیں اردو میں بہت کم ہیں اس کمی کو آپ پورا کردیا فقط

## ریویو جو ملک کے مستند رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوئے

رسالہ دلگداز لکھنؤ بابت فروری ۱۹۲۳ء

"عالمانہ و فاضلانہ بحث کی ہے۔ اور اس میں دکھایا ہے کہ اِسلام نے نسبی و خاندانی تفرقوں کو مٹا کے کیسی اخوت و یک رنگی مسلمانوں میں پیدا کر دی تھی۔ اس مسئلہ کو بار بار زور دیکے ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس لئے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے یہی خرابی پیدا ہوئی اور اسی کے مٹانے پر وہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے پیرو ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ بغیر اس کے ترقی نہیں کر سکتے۔"

رسالہ نگار (بھوپال) بابتہ مئی ۱۹۲۴ء

" اِس دَور حریت میں جب کہ مذہب و اخلاق بھی اصول سیاست سے متاثر ہو رہے ہیں اِس قسم کی تحریر ازبس مفید ہیں۔ . . . مؤلف نے کافی کاوش سے کام لیکر اِس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔"

رسالہ نوید (پٹنہ) بابتہ جنوری ۱۹۲۵ء

" مصنف موصوف نے مساوات کے متعلق اسلام کی صحیح تعلیم

پیش کی ہے۔ خوبصورت اور دلنشیں پیرایہ میں آیات قرآنی، احادیث نبوی اور صحابۂ کرام کے اُسوۂ حسنہ سے اسناد پیش کی گئی ہیں" اسلام نسلی امتیازات کو تسلیم نہیں کرتا" اسی کو عام فہم دلپسند عنوان سے بیان کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ہر تعلیم یافتہ اِس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اور نسلی تفوق کے غلط گھمنڈ کی صحت پر از سَر نَو غور کرے کہ کہانتک اِس سے اسلام کے قومی شیرازہ بندی میں نقصان پہنچ رہا ہے۔"

رسالہ مسیحا (پھلواری شریف پٹنہ) بابتہ رمضان ۱۳۴۳ھ

اِس کے مصنف جناب مولوی حفیظ اللہ صاحب .... .. نے اِس رسالہ کے اندر دلائل و براہین سے اِس بات کو ثابت کیا ہے کہ شرافت اور بزرگی کا دار و مدار عمل صالح ہے نہ کہ حسب و نسب۔ .. لائق مصنف نے اس کتاب میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے الغرض یہ رسالہ نہایت ہی عمدہ ہے۔ ہر شخص کو اِس کا مطالعہ ضروری ہے۔"

اخبار المبشر (پٹنہ)

یہ کتاب علمی دنیا میں روشناس ہو چکی ہے اور فاضل مؤلف۔ .

نے خراج تحسین وصول کر کے اپنی ذہنیت و قابلیت کی تصدیق کرالی ہے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے جس خاص انداز بیان کے ساتھ اسلامی مساوات کا نقشہ کھینچا ہے اور دریا کو کوزہ میں بند کر کے مساوات اسلامی کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان غور سے پڑھے اور دیگر اقوام کو مذہب اسلام کی فضیلت و ہمہ گیری پر دندان شکن جواب دے "

اخبار سیاست لاہور مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

"یہ ۷۰ صفحہ کا دیدہ زیب اور دل افروز رسالہ ہے۔ جس میں مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب نے اسلامی مساوات کا صاف اور صحیح نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے اس کے مطالعہ سے طبیعت پر خاص اثر پڑتا ہے۔ دیکھنے اور پاس رکھنے کے قابل چیز ہے"

اخبار منصور بجنور مورخہ یکم فروری ۱۹۲۳ء

جناب مصنف نے نہایت قابلیت سے قرآن و احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اسلام نے تمام مذاہب عالم سے زیادہ مساوات کی تعلیم دی ہے۔ اور آنحضرت صلعم۔ صحابۂ کرام و خلفاء و دیگر مشاہیر اسلام کے اقوال و افعال پیش کر کے دکھایا ہے کہ مسلمانوں سے بڑھکر آج تک کسی قوم نے ابنائے جنس

کے ساتھ مساوات کا برتاؤ نہیں کیا۔ آج کل جب کہ اسلام کی اس بیش بہا تعلیم کو عملاً فراموش کیا جا چکا ہے۔ رسالہ مذکور کی تالیف بروقت و برمحل ہے۔ ہماری دعا ہے کہ امتیازات قومی و ذاتی کی جو وبا اس وقت مسلمانوں میں پھیل گئی ہے رسالہ مذکور اس کا مؤثر علاج ثابت ہوگا"

اخبار الخلیل بجنور۔ مورخہ ۲۴ نومبر ۲۲ء

یہ رسالہ عمدہ کاغذ لکھائی چھپائی اور رنگین ٹائیٹل پیج کا مولوی حفیظ اللہ صاحب کا مرتبہ ہے جس میں قرآن و حدیث اور بزرگان اسلام کے اقوال و افعال سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں میں باہم مساوات مذہبی جزو ہے اور کسی قسم کے امتیاز کو بجز تقویٰ ہرگز دخل نہیں۔ رسالہ نہایت دلچسپ مدلل اور معقولیت سے پُر ہے اور اس قابل ہے کہ خلافت و کانگریس کمیٹیاں اسے خرید کر تقسیم کریں اور لوگوں کو سنائیں۔

اخبار زمانہ کلکتہ مورخہ ۲ فروری ۲۳ء

" مساوات اسلام کے متعلق بہت سے معلومات اس میں درج ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ رسالہ بیشک مفید ثابت ہوگا"

## اخبار جنرل نیوز دہلی مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء

عنوان بالا سے ایک ۰ے صفحہ کی تالیف ہمارے پاس آئی ہے جس کو
جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب نے جمع کیا ہے تیرہ سو برس کے حالات
سے درگذر کر سات ہزار اور نو ہزار برس کے مجربات اخلاق و اسلام کو اُسوۂ
انبیاء اور اُسوۂ ختم الرسل پر تبصرہ کر کے ایک دلکش پیرایہ میں اسلامی مساوات کا
مُنہ بولتا فوٹو ناظرین کے سامنے کھینچ دیا ہے۔ عہد عتیق اور عہد جدید کے موتی اسلامی
مساوات کے رشتے میں پرو کر ایک لڑی تیار کر دی ہے۔ جس کی قیمت بلحاظ
جواہرات آٹھ لاکھ روپیہ بھی بہت کم ہے۔ مگر آٹھ آنے رکھی گئی ہے۔ چاہیئے
تھا کہ ۵ر اِس کی قیمت بلحاظ فیض عام رکھی جاتی۔ اب ہم اپنے ناظرین اخبار
سے سفارش کرتے ہیں کہ اِس کو بڑی بڑی تعداد میں خرید کر آدھی قیمت پر
مسلمانوں میں فروخت کر دی جاوے تو اُمت محمدیّہ اسلامی مساوات کے
زرّیں اصولوں سے اپنے گھروں کو آراستہ و بابرکت بنا سکتی ہے۔

# تقریظ طبع اوّل از رشحات قلم مولانا خیر رحمانی دربھنگوی

## سابق مدیر اخبار "الینج" بانکی پور (پٹنہ)

(اِس تقریظ کا ہر جملہ تاریخی ہے)

# تقریظ قادری

۱۳۴۳ھ

مَیں نے اسلامی مساوات کو دیکھا بیحد جی لگا کر دیکھا۔ سبحان اللہ مولوی حفیظ اللہ خوب لکھا ہے واقعی پُر لطف لکھا ہے۔ ہر بیان جانِ سخن اور مدلل۔ ہر نکتۂ ادق سُلجھا ہوا اور مفصل۔ زبان سُتھری، پیاری، دلدوز، اور مطبوع۔ انداز بیان پیارا بسیط موضوع۔ مسلمانانِ عالم کو خوابِ مطعون سے جگایا ہے۔ اخوت کا اِک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے۔ ملک میں اب اتحاد پیدا کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔ اُسی کی تائید میں یہ بے بہا اسلامی مساوات بھی ہے۔ اس نے مفید مطلب قومی تحریک میں جان ڈالی ہے۔ اور اسلامی تجویز میں ایک نئی پاکیزہ روح پھونکی ہے۔ کہیں جذباتِ بے جان کو جِلایا ہے۔ کہیں جوشِ لیلیِ حریت کو اُبھارا ہے۔ اب انوکھی

تفریق کی جڑ کھد گئی اور نسبی تعلی کی ساری جبلی ڈینگ لگ گئی۔ ہے تو چھوٹا اُردو رسالہ مگر اسناد کتب کی وجہ سے نادر مقالہ مختصر جہاد۔ پھر عدیم المثال و قابل داد۔ ملک و قوم کو آپ کی فراست کا احسان ماننا چاہیئے اور آپکی سرگرم محبت کی داد دینا چاہیئے۔ میں آپ کو آپ کی بے مانند کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

یہی نعم البدل تقریظ بھی ہے۔ یہی اعدادی تاریخ بھی

اچھا اے اب رخصت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیباچہ

## از مولانا شاہ غلام حسنین صاحب امید ندوی

## ابن حضرت قبلہ مولانا قاری حاجی شاہ محمد سلیمان صاحب مدظلہ قادری چشتی پھلواروی

خداوند عالم نے انسانوں کو بھائی بھائی بنا کر دنیا میں بھیجا اور اپنی نعمتیں تمام بندوں پر یکساں کھول دیں۔ ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوا ایک نے اس کی حکمتوں پر غور کیا۔ اور ارسطو بن گیا۔ دوسرا نقاشی سیکھ کر مانی ہوا کسی نے عبادت کی اور شیخ عبدالقادر ہو گیا۔ الغرض دروازے سب پر یکساں کھلے ہیں جس نے جو نسی راہ اختیار کی کھلی پائی مگر افسوس خود غرض اور بخیل نظر انسانوں نے ہمیشہ کھلی راہوں کو مسدود و محدود کرنے کی کوشش کی اور فیاض مطلق کے وسیع خوان دعوت پر رنگ اور نسب

فرقہ اور نسل کی تخصیص کر دی جن لوگوں نے امم سابقہ کے حالات کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہونگے کہ کسی اُمت میں جب تک وہ تمدن فطری پر قائم رہی خاندانی امتیاز کا وجود نہ تھا جب معاشرت میں پیچیدگی ہوئی۔ انقسام عمل ظہور میں آیا اور رفتہ رفتہ اس تقسیم نے پیشہ خاندانی کی بنا ڈالدی۔ پھر کیا تھا مغایرت نے اپنا رنگ جمایا۔ اور ہر گھرانے نے ایک پیشہ کی تخصیص کر لی۔ ان تمام مدارج میں سب سے خوفناک بات یہ ہے کہ ایک گروہ مذہب اور مذہبی علوم کو اپنے لئے مخصوص کر کے دوسروں کو اس سے بیدخل اور اخراج کر دیتا ہے اور اپنی پیجا سیادت کو ہر امر پر ثابت کر کے باہمی منافرت کی بنیاد ڈالدیتا ہے اور بس "برہمنزم" یا برہمنیت کی ابتدا یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

خود ہندوستان کی تاریخ کو دیکھو کس کو گمان ہو سکتا تھا کہ آریہ جیسی متمدن قوم اتنی متغیر ہو جائے گی کہ خود اس کے فرزندان ایک دوسرے کو نہ پہچان سکیں گے اور انمیں سے ایک خاندان دوسرے خاندان کے سائے سے پرہیز کریگا اس مغایرت کی اصل صرف اسی قدر ہے کہ جب آبادی کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی بڑھتی گئی تو فطرتاً لوگوں نے ایک

ایک کام اپنے ذمہ لے لیا۔ اور جس کو جس کام سے دلچسپی ہوئی لگ گیا۔ مگر غضب ہوا کہ باپ کے بعد بیٹے نے وُہی پیشہ اختیار کیا۔ چند ہی نسلوں کے بعد ہر گروہ متفرق ناموں سے پکارا جانے لگا۔ قلم تلوار اور اقتصادیات نے تین تین بڑی پارٹیاں بنا دیں۔ جو برہمن، کھتری، اور ویش کے جُداگانہ لقبوں سے نامزد ہوئیں بلکہ ہر گروہ کے اندر خود مختلف ٹولیاں بن گئیں اور زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ سوسائٹی نے تبدیل پیشہ کا اختیار سلب کر لیا۔ ہر فرقہ اپنی سیادت کا کوشاں ہوا۔ مگر وُہ جماعت جو مذہب کا نام لے کر اُٹھتی ہے۔ مسئلہ سیادت میں ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے برہمنوں نے زور پکڑا اور یہاں تک کہ تمام ماسوا کی مذہبی اور ضمیر کی آزادی سلب کر کے علوم دینی و نیز دنیوی کے وارث بن بیٹھے۔ اِنسان کی فطری اور سادہ زندگی کو اِبتدا سے لے کر انتہا تک ہزارہا جبریہ رسموں سے بھر دیا۔ اور ہر موقع پر ساری قوم کو اپنا محتاج کر دیا۔ سادہ اور آسان مذہب کو لامحدود رنگ آمیزیوں، ظاہرداریوں اور بناوٹی قواعد وضوابط سے مسخ کر دیا۔ اور ہر نئی جدّت میں محض اپنی سیادت اور اپنا اقتصادی فائدہ ملحوظ تھا انھوں نے تمام ذاتوں کے معاشرتی اختیارات کی حدبندیاں کر دی تھیں

اور ایک ہی قوم آرج کے فرزندوں میں سخت ترین نسلی امتیاز
اور مختلف مدارج پیدا کر دیئے۔

اس مختصر بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ ہندوستان میں برہمنیت کا آغاز
کیونکر ہوا اور ذاتوں کے امتیاز نے کتنی مضبوط بنیاد جمالی یہانتک کہ بعد
میں جتنی قومیں خواہ اُنکا تعلق کسی مذہب سے ہو۔ ہندوستان میں آئیں یہانکی
فضا سے قطعًا و یقینًا متاثر ہوئیں ✤

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب مساوات لئے کر آتا ہے۔
مگر اُس کے فرزندان اسے مِٹا دیتے ہیں بُدھ مذہب کی تاریخ ایک کھلی مثال
ہے اس کا مقصد برہمنیت کو مِٹانا تھا۔ مگر وُہی برہمنیت اب خود اُسی
میں رائج ہے ✤

اسی طرح عیسائیوں کی تاریخ اس باب میں دلچسپی سے بھری پڑی ہے
پندرھویں اور سولھویں صدی میں کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ وُہی مذہب ہے
جو مارک اور پطرس کا تھا ٹھیک برہمنیت پپسی یا پاپا پائیت کے نام سے وہاں
بھی رائج تھی اہل صومعہ کو جنھوں نے اپنی نام نہاد عدالتیں الگ قائم کر لی
تھیں ملکی قانون سزا نہ دے سکتا تھا تمام مذہبی پابندیوں سے آزاد ہو جانیکے

بعد بھی اُن کی سیادت قائم تھی اور کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا۔ شادی بیاہ ہیں۔ مرنے جینے میں الغرض ہر موقع پر قوم ان کی محتاج تھی۔ پوپ اور پادری مذہب کی یہاں تک تجارت کرنے لگے تھے۔ کہ ایک تو یہ فنڈ ہی کھول رکھا تھا (چارٹر آف انڈلجنس) جس کے رو سے ایک رقم معینہ حاصل کرنے کے بعد پروانہ جنت دیدیا جاتا تھا۔

جب معاشرتی اور مذہبی زندگی یوں تباہ ہو رہی تھی تو لوتھر نامی ایک شخص جرمنی میں پیدا ہوا۔ جس نے یورپ میں وہی کام کیا جو دو ہزار برس قبل ہندوستان میں "گوتم بودھ" نے کیا تھا۔ مگر افسوس یہ انقلاب بھی پائیدار نہ رہا گرچہ ذہناً مساوات کا اب بھی وجود ہو مگر عملاً اس کا پایا جانا مشکل ہے۔

آج سے چودہ صدی قبل جزیرہ نمائے عرب صدہا و ہزارہا چھوٹے چھوٹے قبیلوں اور ٹکڑیوں پر منقسم تھا۔ جن کا کام بجز آپس کا تعصب، باہمی منافرت، مرے باپ دادا پر مفاخرت۔ دوسروں کے انساب کی تذلیل اور سخت ترین جنگ وجدال کے کچھ نہ تھا۔ جس قبیلہ کی جماعت مضبوط ہوتی دوسروں کو آنکھ نہ لگاتا۔ بڑے بڑے میلے ہوتے جس میں فصیح و بلیغ قصیدے پڑھکر اپنی

شرافت ونجابت اور دوسروں کی رذالت ثابت کی جاتی غلاموں اور عورتوں کے ساتھ بدترین سلوک کیا جاتا۔ الغرض ساری دنیا کو متحد اور بھائی بھائی کر دینا آسان تھا۔ مگر عرب کو کسی ایک مرکز اور ایک مقصد کے تحت میں لے آنا آسان نہ تھا۔ مگر اس کام کے لئے خداوند عالم نے اپنے ایک ایسے بندے کو مقرر فرمایا جس نے نہ فقط عرب و شام بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ مسلمان نازاں ہیں کہ پاک مذہب اسلام نے سارے عالم میں ایک خدا کی بادشاہت قائم کر دی جس کی حکومت میں ساری رعایا کو یکساں حقوق حاصل ہیں اور ایک ہی قانون سب پر یکساں حکومت کر رہا ہے یہی پاک اور مقدس اسلام ہے جہاں ایک بدوی اور ایک حبشی بڑے سے بڑے بادشاہ کے سامنے آزادی سے گفتگو کر سکتا ہے۔ کوئی حاجب اس کو روک نہیں سکتا۔ کوئی شخصیت اسکو مرعوب نہیں کر سکتی۔ ایک مسجد میں ایک خدا کے آگے سب بڑے اور چھوٹے بغیر تمیز رنگ روپ نسل اور پیشہ دوش بدوش ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر سب کے سب ایک ساتھ جھک پڑتے ہیں۔ اور سجدہ میں گر جاتے ہیں خدا کی آنکھیں جن کو نیند اور اونگھ نہیں چھو سکتیں ایک ایک کے

قلب کو دیکھنے لگتی ہیں اور جس شخص کا دل خلوص شوق۔ رقت اور عجز سے بھرا ہوا ہے رحمت ایزدی اُسے گھیر لیتی ہے۔ خواہ وہ شخص کسی شہنشاہ کے گھر پیدا ہو یا کسی غریب سے غریب انسان اور معمولی سے معمولی پیشہ ور کے گھر۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ خدا کا قانون شخصیت کی پروا نہیں کرتا جس نے اطاعت کی جنت کا دروازہ کھلا پایا۔ جس نے بغاوت کی دوزخ کے شعلوں نے استقبال کیا۔

یہ ہے ایک شمہ آفتاب اسلام کی اخوت و مساوات کا جس کے مجمل سے مجمل بیان کو ایک ضخیم کتاب کافی نہیں ہو سکتی۔ مگر مشیت جب کسی قوم پر اپنی خفگی کا اظہار کرنا چاہتی ہے۔ تو اوّل اوّل اُس قوم میں باہمی تفرقہ و برہمنیت کی بنیاد پڑ جاتی ہے خود قرآن پاک نے بہتیرے انبیائے کرام اور ان کی قوموں کا حال بیان فرما کر بتایا۔ کہ ان کی نسلیں سی طور سے بگڑی ہیں۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ط اِدھر خدائے کریم نے فرمایا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اور اُدھر اُن کا یہ قول کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

آیَا مَا مَعَدُ و دَ ۃً ٥

خُدا کا قانون بدلتا نہیں قومیں بگڑتی رہیں مصلح آیا کئے اور مسلمان بھی ایک مہدی کے منتظر ہیں اسلام کی بے مثال برابری اور وسیع ترین بھائی چارہ کس طور سے محدود ہوتا چلا۔؟ ایک مورخ اس کی مسلسل تاریخ سے واقف ہے شام کے مشہور و معروف گورنر کا زمانہ اور آج کا دن ایک معمولی سے ترمیم تھی مگر اب تجویز ہی بدل گئی۔ مُسلمان ہندوستان میں آئے کہ ہندوستان مسلمان میں آیا۔ اس میں شک نہیں کہ عرب کی مشک نے ہندوستان کی فضا کو بہت معطر کیا مگر سومنات اور کاشی کی دھونیوں سے ان کی ناک بھی نہ بچ سکی۔ معاشرتی حقوق کی برابری ٹوٹی۔ برادری محدُود ہوئی اور مختلف مدارج رونما ہوئے کوئی فرسٹ کلاس میں گیا کوئی تھرڈ میں اور بالکل بھول گئے کہ ٥ اسٹیشن گور تک ہے یہ فسٹ وسکنڈ + بعد اسکے مطابق عمل ہو گا کلاس اکبر

اسلام کی اخوت و مساوات اور موجودہ معاشرتی حدبندیوں کے نقصانات کا تذکرہ کرنا تحصیل حاصل ہے لائق مصنف نے اس پر مبسُوط بحث کی ہے سچ یہ ہے کہ اب اور خاصکر ہندوستان میں ہمارا رہنا سہنا

اُٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا بالکل بدل گیا اور دوسروں کی خو بو ہم میں سرایت کر گئی ہے بقول اکبر مرحوم خدا اس کی قبر میں نور دے ؎

ہندی مسلم میں ہند کی بو بھی ہے ✤ افطار میں ہو کھجور تو سیو بھی ہے
اللہ اللہ ہے زباں پر بیشک ✤ لیکن اک رنگ ہم مہادیو بھی ہے

مبارک ہیں وہ لوگ جو مسلمانوں کی حیات عمرانی کو سنوارنا چاہتے ہیں خدا جزائے خیر دے ہمارے بھائی مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب سکرٹیری مسلم اسوسی ایشن پھلواری شریف کو جنھوں اس رستے میں قدم بڑھایا ہے میری دعا ہے کہ یہ بیسویں صدی کے "گوتم بودھ" ثابت ہوں اور ان کی خدمت قوم میں مقبول ہو ایسے لوگ کم ملتے ہیں خدا ان کو زندہ رکھے مگر دبی زبان اتنا اور کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اتنے بڑے عظیم الشان مقصد کے لئے ایک دو رسالے کافی نہیں ضرورت ہے کہ ایک مستقل سلسلہ تبلیغ و اشاعت جاری کر دیا جائے۔ والسّلام

کلکتہ

۱۱؍ اگست سنہ ۱۹۲۲ء

"امید"
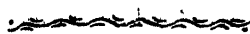
آپ صفحہ ہستی پر نظر ڈالیں اور حوادث عالم کا مطالعہ کریں انقلاب
امم کے مسئلہ پر غور کریں اقوام کے ارتقا و تنزل کے اسباب کی تلاش
کریں تو یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جائے گی کہ وہ اسباب جو اُن کی ترقی
کے وقت تھے وہ ان میں تنزل اور انحطاط کے وقت باقی نہ رہے
جن اصُول پر ان اقوام کے اسلاف عامل تھے اور اُن کو اپنا مایۂ افتخار
سمجھتے تھے اُن کو اخلاف نے چھوڑ دیا۔ اور انہیں باتوں میں کسر شان سمجھنے
لگے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ارتقا کے عوض تنزل ہو، آفتاب
اقبال کی بجائے ظلمت کدۂ ادبار آئے اور ہدایت کی روشنی کی جگہ
ضلالت و گمراہی کی تاریکی ہو۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝

انھیں اصول مسلمہ کے مطابق مسلمانوں کی ترقی اور تنزل کے اسباب پر غور کرو۔ جب مسلمانوں میں باہمی قومی افتراق نہ تھا۔ نسلی امتیاز نہ تھا عربی و عجمی کا جھگڑا نہ تھا۔ مناط فضل فقط ذاتی جوہر تھا۔ شرافت کوئی میراث آبائی نہ تھی مدار بزرگی، علم و تقوی تھا نہ کہ محض خاندان و نسب اُن کا دستور العمل قرآن کریم کی یہ منادی تھی یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اس وقت مسلمانوں کی اقبال مندی کا آفتاب سارے عالم کو اپنی شعاعوں سے منور کر رہا تھا۔ ان کی شوکت و تمکنت اور سطوت و ہیبت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ ان کا تمدن تمام جہان کے تمدن سے فائق تھا ان کی تہذیب ساری دنیا کی تہذیب سے بہتر تھی۔ ان کی حکومتیں راست بازی، عدالت قانون پر مبنی تھی ان کی انتظامی

---

[1] (ترجمہ) اے لوگو! تم کو ہم نے ایک مرد (آدمؑ) اور ایک عورت (حواؑ) سے پیدا کیا۔ اور خاندانوں اور مختلف قبیلوں کی تفریق صرف اسلئے ہے کہ باہمی پہچان اور تمیز کا ذریعہ ہو۔ خدا کے نزدیک سب سے بڑا بزرگ آدمی وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

قابلیت اور حکمرانی کی لیاقت مشہور و مسلم تھی ان کے اخلاق و شمائل بہترین سمجھے جاتے تھے۔

دیکھو مندرجہ بالا آیت مقدسہ اور دین فطرت کے اعلان عام میں دنیا کے ناتے اور رشتے پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے پروردگار عالم اس یکجہتی اور یگانگت کا تذکرہ فرماتا ہے جس کے رو سے تمام بنی نوع انسان ایک ہیں اس آیت سے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں ایک تو خاندانی عظمت دوسرے ان کا باہمی فرق اور جداگانہ تشخص معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں امور ضروری ہیں لیکن تمام خاندان اور کنبہ کی تعریف اللہ تعالے نے مختصر الفاظ میں اس طور پر فرمادی کہ تم سبکو ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے خاندان کو جس قدر بھی وسعت ہو تمہاری نسلیں جس قدر بھی پھیلیں۔ اور تمہارے رشتے جتنے بھی وسیع ہوں سب دراصل ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا ہیں اور سب کی اصل اور سب کا مرجع ایک مرد اور ایک عورت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ

اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

تمام دُنیا کے آدمی باعتبار صورت ایک دوسرے کے ہمسر ہیں (کیونکہ)
سب کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں +

اصل سب کی ایک ہے یہ سارے خاندان اور دنیا کی مختلف قومیں
اور نسلیں اس اصل کی شاخ ہیں لیکن کس قدر حسرت اور افسوس کا مقام
ہے کہ خداوند عالم کے اس فرمان عالیشان کے صریح اور صاف ہونے
پر بھی لوگ اپنی اصل سے بے خبر ہو کر قومی تشخص اور نسلی امتیاز کو اس حد تک
برتنے لگے ہیں کہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے اور وہ باہمی یک جہتی
اور ہمدردی جو ساری ترقیوں کا راز ہے مفقود ہو گئی +

دوسری جگہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا
کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۝ یعنی اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے
تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور
پھر ان دونوں سے کثیر در کثیر مردوں اور عورتوں کو بنایا ۝

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند + کہ در آفرینش زیک جوہر اند

[illegible]یں یہاں ا[illegible]توں کو محو وسہو کر کے خاندانی ناز و افتخار کا کلمہ
پڑھا[illegible]غرور و نخوت اس حدتک پہنچ گئی کہ معاذ اللہ یہ تو
معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ دونوں متفاوت المراتب گروہ ایک ہی
آدم کی اولاد ہیں ؎

لطیفہ ہے کہ ایک صاحب اپنے خاندان کی صفت اس طور پر کر رہے
تھے گویا دنیا میں کوئی اس صفت کا خاندان نہ ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔
ایک نوجوان جو بڑا حاضر جواب تھا۔ مخاطب ہوا اور پوچھا حضرت آپ
کس کی اولاد سے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے خاندان کے ایک بزرگ کا
نام بتا دیا اس کے بعد ان بزرگ نے نوجوان شخص سے دریافت کیا
کہ آپ کس خاندان سے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں آدم علیہ السلام
کے بھائی کی اولاد سے ہوں انھوں نے تعجب سے دریافت کیا۔ کہ
حضرت آدم کے بھائی کون تھے اس پر نوجوان نے طیش میں آکر کہا کہ جب
حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی بھائی نہ تھے اور سب ان ہی کی نسل سے ہیں
تو یہ غرور کیوں ہے کہ میں فلاں کی اولاد سے ہوں ؎

خاندان یا کنبے اسلئے نہیں بنائے گئے ہیں کہ ایک دوسرے کو نفرت کی
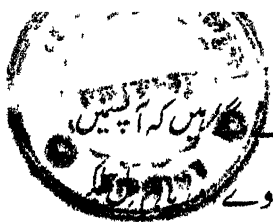
نگاہ سے دیکھے اور کم ذات کہے۔ بلکہ اس لئے بنائے گئے ہیں کہ آپس میں
محبّت بڑھے ایک دوسرے کے وقت پر کام آوے
دُنیادی کاروبار آسانی اور اچھی طرح چلا سکیں *

مقدمہ تاریخ ابن خلدون (جلد اول) میں لکھا ہے۔

"روحی فداہ جناب شارع علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تعلموا من "
" انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم یعنی نسب کا فائدہ ہے "
" قرابت جو صلہ رحم و شفقت خاندانی پر مجبور کرتی ہے۔ اور ضرورت "
" کے وقت حمایت و نصرت پر اقارب کو آمادہ کر دیتی ہے رہا اس سے "
" زیادہ نسب کا خیال وُہ بالکل فضول ہے کیونکہ نسب امور وہمیہ "
" میں سے ہے جس کی کچھ حقیقت ہی نہیں اس سے جو کچھ فائدہ "
" مترتب ہو سکتا ہے وُہ صلہ رحم و شفقت ہی ہے۔ اس لئے نسب کا "
" علم محض صلہ رحم کے لئے ہونا چاہیئے۔ نہ کہ فخر و مباہات وغیرہ کیلئے "

تم غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ درحقیقت اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے،
جس نے ذات پات کی قید کو روا نہیں رکھا۔ اسلام کا قانون ہے کہ کل بنی
آدم خواہ گورے ہوں یا کالے، غریب ہوں یا امیر، قوی ہوں یا کمزور،

شیخ ہوں یا سید، مغل ہوں یا پٹھان، یا اور کوئی ہوں سب برابر ہیں
اور تمام انسان یکساں حقوق رکھتے ہیں۔ پیدائشی طور پر کسی انسان کو
دوسرے انسان پر محض خاندان یا قوم کی وجہ سے کوئی فضیلت و
برتری حاصل نہیں۔ دربار خداوندی میں قوت یا عالی خاندانی کوئی چیز
کام نہیں آتی۔ ہاں وہاں بھی لوگوں کو فوقیت ہے مگر کن لوگوں کو؟
اُن لوگوں کو نہیں جو عالی خاندان ہیں۔ وہاں فوقیت اُن لوگوں کو
دی جائے گی جو پرہیزگار ہیں جو خدا اور اسکے رسول کی باتوں پر عمل
کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تم میں سے زیادہ مقرب بارگاہ الٰہی میں وہی ہوگا
جو زیادہ متقی ہوگا۔

صرف نسب بغیر عمل صالح وہاں کوئی کام نہیں آئے گا ؎
تقرب کی ہو گر خواہش تو کچھ اعمال صالح کر۔

وہاں مذہب کے جھگڑے ہیں نہ قومیں نہ ذاتیں ہیں
فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ
(یعنی) قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ آپس کی

رشتہ داریاں باقی رہیں گی نہ لوگ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے ۔

حشر کے دن ذات پات کا علاقہ جاتا رہے گا ایک کو دوسرے کا کچھ لحاظ نہ ہوگا اور نہ کسی کو کسی کا کچھ علم۔ ہر شخص کو اپنی اپنی فکر ہوگی ۔

خدائے تعالیٰ نے اپنے احکام کی تعمیل میں کل لوگوں چاہے وہ کسی خاندان سے ہوں مساوی رکھا ہے۔ خواہ وہ احکام دنیاوی ہوں یا اُخروی تم خوب یاد رکھو کہ مذہب اسلام نے اپنے ان ارکان میں جنپر اسلام کا دارومدار ہے۔ مساوات کی تعلیم دی۔ یا یوں سمجھو کہ بنا ہی اسکی مساوات پر رکھی گئی ہے دیکھو کہ نماز کے وقت ایک ہی صف میں امیر کبیر۔ غریب۔ فقیر۔ قیصر بادشاہ عالم۔ فاضل۔ جاہل رومی۔ زنگی چینی اور جاپانی سب مل جلکر کندھے سے کندھا ملاکر برابر کھڑے ہوتے ہیں ایک شہنشاہ کی یہ مجال نہیں کہ فقیر مفلس کو الگ کر دے۔ یا اس سے ایک قدم بڑھکر کھڑا ہو سب ایک طور سے ایک حالت سے ایک طرز سے ایک ادا سے کھڑے ہوتے ہیں کسی پر کسی کو فضیلت نہیں اسی واسطے رسول کریم صلعم

بار بار ارشاد فرماتے تھے سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ صفوں کو برابر رکھو کیونکہ اقامت صلوۃ صفوں کی مساوات اور برابری کو بھی شامل ہے (بخاری)

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز — قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اسی طور پر حج میں اطراف عالم سے لوگ آکر ایک مرکز پر جمع ہوتے ہیں امیر غریب بادشاہ۔ فقیر۔ ہر رنگ ہر مذاق۔ ہر ملک۔ ہر عہدہ اور ہر منصب کے لوگ ایک ہی طرز کا لباس پہنے ہوئے حالت احرام میں نظر آتے ہیں اس میں امیر غریب۔ فقیر۔ حقیر۔ ذلیل کمترین کسی کا فرق نہیں رہتا۔ اور مساوات کی حقیقی تصویر نظر آجاتی ہے اسی طور پر روزہ ہے ہر امیر فقیر راجا پرجا ایک ہی طرح بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ کسی امیر پر امارت کی وجہ سے روزہ معاف نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی بادشاہ کی بادشاہت اس کو اس بھوک اور پیاس سے روک سکتی ہے۔ غرض اسلام کے کل ارکان میں "مساوات" کی تعلیم موجود ہے۔

اسلام کا فیضان صرف قریش ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم تمام دُنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

پھر یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ اسلام کی رحمت صرف بڑے بڑے خاندانوں تک محدود رہ جاتی قیامت کے دن آقا اور غلام دونوں ایک ہی صف میں دست بستہ کھڑے ہوں گے۔ وہاں نہ آقا دیکھا جائے گا نہ غلام بلکہ بعض حالتوں میں غلام کا درجہ آقا سے کہیں زیادہ ہوگا*

صوبہ بہار کے سب سے بڑے بزرگ اور مبارک انسان حضرت مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں* ؎

شرفا گو رجھیاؤ نی اور رُت اندھیاری رات*

وہاں نہ پوچھے کوئی بھی کہ کیا تمہاری ذات

اور ایک دوسرے بزرگ کا قول ہے ؎

ذات پات نہ پُوچھے کوئی * ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی *

سیّد المرسلین صلعم فرماتے ہیں۔

الکرم التقوی (ترمذی)، بزرگی اور بڑائی صرف تقویٰ و حسن عمل ہے

لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِیْنٍ وَّ تَقْوٰی (مشکوٰۃ) کسی ایک کو
دُوسرے پر فضیلت نہیں۔ اگر ہے تو دین اور تقویٰ سے ہے ؎

حرمت نفس و مساوات و اخوت عدل و رحم * چشمۂ توحید سے یہ پنج دریا ہیں رواں
ایھا الناس اکرم و اشرف ہے تم میں متقی * ہے عبث یہ امتیاز ابن فلاں ابن فلاں

اگر کوئی غریب فرقہ ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وُہ خدا کے
آگے بھی غریب ہے نہیں نہیں وُہ اس ناچیز اور فانی دنیا میں اگرچہ غریب ہے
اگر اس کی ظاہری صورت نفرت دلانیوالی ہے اُس کا لباس اگرچہ
معمولی ہے اس کی غذا پلاؤ اور قلیا نہیں مگر یاد رکھو کہ خدا کے دربار میں
جہاں قومی امتیاز کا نام و نشان بھی نہیں اس کا رُتبہ بہت بڑا
ہو سکتا ہے ؎

فقر ظاہر مبیں کہ حافظ را * سینہ گنجینۂ محبت اوست

ایک مرتبہ حضور انور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم امرائے قریش سے گفتگو
فرما رہے تھے کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم تشریف لائے تو حضور کو
بمقتضائے بشریت یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت جب کہ رؤسائے قریش
جمع ہیں یہ کیوں آ گئے اس کے بعد فوراً جناب الٰہی سے ذریعہ

عتاب آمیز خطاب کیا ٭

اس کے بعد سے ان کو دیکھکر حضور فرمایا کرتے تھے کہ یہ وُہ ہیں جنکی وجہ سے مجھ پر عتاب ہوا ہے ٭

دُوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے كُلُّكُمْ بَنُوْا آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ

ترجمہ۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے (یعنی تم سب باعتبار خلقت برابر ہو) ٭

اگر ایک چمار کلمہ پاک پڑھکر اسلام قبول کرلے تو کیا تم اس کو نیچ قوم کہکر الگ ہٹادو گے نہیں تمھیں اسلام ہرگز اس کو اجازت نہیں دیتا۔ کہ تم ایسا کرو اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمہارے حلقہ میں جو آئے تمہارا بھائی ہے دیکھو کلام ربانی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ٭ سب ایمان والے بھائی بھائی ہیں۔

اور دیکھو ہمارے آقا صلعم کیا فرماتے ہیں اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ لَا یَخْذِلُہٗ ٭ یعنی ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کا بھائی ہے ایک دُوسرے کو ذلیل نہ سمجھے ٭

کلمۂ پاک کیمیائے سعادت ہے کہ ہر ناپاک کو پاک اور خراب کو اچھا بنا دیتا ہے یعنی کوئی کیسا ہی چھوٹے اور معمولی طبقہ کا ہو مگر وُہ کلمۂ پاک دِل سے

پڑھتا ہے تو وہ سب مسلمانوں کا بھائی ہو جاتا ہے پھر تم کو کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ تم اس کو کم ذات یا کمینہ کہو مولانا حالی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

مل گیا جو ہم میں آکر پھر نہ تھے ہم پوچھتے
روم ہے یا ترک، ارمن، ہے عرب یا عجم
ملت بیضا نے قوموں کی مٹادی تھی تمیز
تھے بلال و جعفر و سلمان، برابر محترم
ایک بحث میں خون کے تھے سب ڈوبے ہوئے
اسود و احمر جو تھے اسلام کے زیر علم

ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ آدمیوں (غلاموں) کی تجارت مانند بھیڑ بکریوں کے ہوا کرتی تھی کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت ان غریب غلاموں کی کیا حالت تھی ان کو کس طرح تکلیفیں دی جاتی تھیں صرف اتنا کہنا کافی ہو گا کہ ان کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا حضرت صلعم نے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا اعلان کر کے غلاموں کی طرح حالت بدلنے کی کوشش کی طرح طرح کے طریقے انہیں آزاد کرنے کے

نکالے مثلاً قسم و روزہ کے کفّاروں میں حضور انورؐ نے غلاموں کے بارے میں حکم دیا جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ۔ جیسا تم پہنتے ہو ویسا ہی انہیں پہناؤ اگر وہ کوئی قصور کریں تو (اگر معاف نہیں کر سکتے) تو فروخت کر دو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور انہیں ایذا نہیں دینی چاہیئے۔ یاد رکھو کہ تم سب بھائی بھائی ہو تم سب مساوی ہو۔

یہ اعلان اس وقت کا ہے جب مغرب والوں کو ان باتوں کا خیال بھی نہ تھا۔

مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ سلوک مثل اولاد کے کرتے تھے یہاں آزادی اور مساوات کے فرضی افسانے نہ تھے بلکہ حقیقی معنوں میں آقا اور غلاموں میں ہمسری اور مساوات تھی ایک اونٹ پر آدھا راستہ اگر آقا چلتا ہے تو آدھا راستہ غلام طے کرتا ہے۔ دراصل یہ اسلام کی واضح ترین خصوصیت ہے کہ اس کی نظر میں آقا اور غلام کا ایک مرتبہ ہے، نہ ان میں کوئی تفاوت ہے، نہ امتیاز۔ کلام اللہ کی تعلیم سے اور آنحضرت صلعم کی ہدایت سے مسلمان بھائی بھائی ہیں صرف ایک ہی چیز ہے جس سے انسان کی باہمی رتبوں میں تفریق ہو سکتی ہے یعنی تقویٰ اور حسن عمل

پس تمام بزرگی اور عظمت کا انحصار اسی پر ہے یہی بنا ہے اسکے سوا کسی شخص کو کوئی فوقیت حاصل نہیں مختلف قوموں اور نسلوں اور مذہبوں میں ایک اخوت کا رشتہ قائم کرا دینا اسلام سے پیشتر دنیا میں کہیں نہیں دیکھا گیا تھا اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے نسلی اور قومی تفریق کو مٹا کر سب کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے بھائی بنا دیا۔

یہ مساوات ہی کا کرشمہ ہے کہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حبشی غلام تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکی بزرگی کا لحاظ کر کے فرماتے بلال سیدنا و مولیٰ سیدنا۔ یعنی بلال ہمارے آقا ہیں اور ہمارے آقا کے غلام ہیں۔ آج تیرہ سو سال گزر گئے مگر مسلمانوں کے دلوں میں جیسی عزت اور احترام اس غلام کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ہر مسلمان دیندار آپ کا غلام بننا فخر سمجھتا ہے۔

بلال اور صہیب رومی وغیرہ جو آزاد شدہ غلام تھے اور جنکے نام سرداران قریش کے پہلو بہ پہلو ہیں ان کے متعلق ہم کیا جانتے ہیں؟ ان کے خاندان کا ہمیں کیا پتہ ہے؟ ہم صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور بس۔

فتح مکہ کے دن حضور صلعم نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھکر اذان دے تو بعض حضرات حضرت بلال رضؓ کے نسب پر طعنہ زن ہوکر کہنے لگے کہ کیا آنحضرت کو اس کوے کے سوا اور کوئی شخص نہیں ملا تھا جو اذان کے لئے اس کو چڑھا دیا۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا اگر ایک حبشی غلام بھی تم پر امیر بنا دیا جائے اور حق کے ساتھ تم پر حکومت کرے تو اس کی تابعداری کرو ۔

اسلامی مساوات کو دیکھو حضرت بلال کا انتقال ہوتا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہکر افسوس کرتے ہیں کہ آج ہمارا آقا اس دنیا سے چل بسا۔

علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں ؎

عہد عمر فاروق میں جس دن کہ ہوئی انکی وفات

یہ کہا حضرت فاروق نے با دیدۂ تر

اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا

اُٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر

حضور صلعم بار بار فرماتے تھے اسمعوا واطیعوا وان استعمل

علیکم عبد حبشی کانّ راسہ زبیبۃ (صحیح بخاری ومسلم) اگر ایک
حقیر صورت چھوٹے سر والا حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے تو چاہیئے
کہ اس کی سنو اور اطاعت کرو۔

ولو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب اللہ اسمعوا واطیعوا
اگر کوئی غلام بھی تم پر امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے ساتھ تم پر
حکومت کرے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو (مسلم)

حضرت عمرؓ صہیبؓ رومی کو دیکھتے تو فرماتے نعم العبد صہیبؓ
لو لم یخف اللہ لم یعصہ، صہیب اللہ کا نیک بندہ ہے اگر خوف
عذاب نہ ہوتا جب بھی اس کی فطرت بدی پر مائل نہیں ہوتی۔

حضرت سلمان فارسی کو (جو فارسی غلام تھے) حضرت علی علیہ السلام
فرماتے سلمان منا اہل البیت (سلمان تو ہم اہل بیت سے ہیں)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ایک رومی
غلام سیدنا صہیب رضی اللہ تعالے عنہ نے پڑھائی تھی۔

حضرت امام حسن بصری کو اہل حدیث، فقہاء، اہل تصوف سب ہی
اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

لونڈی تھیں۔ +

غرض ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذات پات کوئی چیز نہیں، اصلی وقار علم اخلاق اور تقوی کا ہے + ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اسی واسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے خِیَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا یعنی وہ لوگ جو جاہلیت میں شریف اور سردار گنے جاتے تھے اگر وہ علم حاصل کرلیں تو اب بھی اسلام میں شریف اور خیار ہی رہیں گے +

شروع اسلام میں اکثر وہ سردار جنکے دماغ میں تکبر بھرا ہوا تھا حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے یہ کہا کرتے تھے کہ ہم کو دائرہ اسلام میں شریک ہونے میں کوئی عذر نہیں مگر یہ بات ہرگز ہرگز ہم کو اور ہمارے ہم خیال دلکو نہیں لگتی کہ غریب اور امیر میں کوئی فرق نہیں تمہاری سوسائٹی میں کم درجہ اور کمینے لوگ بیٹھا کرتے ہیں یہ مشکل ہے کہ ان کے ساتھ ہم لوگ بھی بیٹھا کریں اس پر یہ آیت اتری وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (اور نہ ہٹاؤ اپنے پاس سے ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے پروردگار دعا کرتے ہیں اور رضامندی اس کی چاہتے ہیں ۔

درصل اسلامی مساوات کی عجیب شان ہے، ذیل کے مکالمہ سے معلوم ہوگا کہ اسلامی دنیا میں غلاموں کی کیا حالت تھی۔ اور ان کو کس طرح مساوی حقوق دیئے جاتے تھے ۔

زہری کہتے ہیں کہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ زہری! تم کہاں سے آتے ہو؟

زہری ۔ مکہ سے ۔

عبدالملک ۔ تم نے وہاں کس کو سردار و پیشوا چھوڑا

زہری ۔ عطا بن رباح کو ۔

ع ۔ عطا بن رباح عرب ہے یا غلام (عجمی)؟

ز ۔ غلاموں میں سے ہیں ۔

ع ۔ عطا غلام ہوکر سردار و پیشوا کیونکر ہوگیا ۔

ز ۔ بالدیانۃ والروایۃ دینداری او

حدیثوں کی روایت کی وجہ سے

ع ۔ اہل الدیانۃ والروایۃ ینبغی ان یسودوا

بلاشبہ اہل دین و اہل روایت سردار

سرداری کے لائق ہیں ۔

ع ۔ یمن کا سردار کون ہے؟

ز ۔ طاؤس بن کیسان ہیں ۔

ع ۔ عرب ہیں یا عجمی (غلام)؟

ز۔ عجمی غلام۔ | ز۔ میمون بن مہران کے۔

ع۔ غلام سردار و پیشوا مسلمانوں کا کیونکر ہو گیا | ع۔ میمون غلام ہے یا عرب

ز۔ جس وجہ سے عطا بن رباح سردار پیشوا ہوئے | ز۔ غلام ہیں۔

ع۔ ضرور ایسا ہی مناسب ہے۔ | ع۔ خراسان والوں کا سردار کون ہے؟

ع۔ زہری! مصر والوں کا سردار و پیشوا کون ہے؟ | ز۔ ضحاک۔

ز۔ یزید بن حبیب۔ | ع۔ ضحاک عرب ہیں یا غلام۔

ع۔ یزید بن حبیب عرب ہے، یا غلام عجمی؟ | ز۔ غلام ہیں۔

ز۔ غلام ہیں۔ | ع۔ اہل بصرہ کا سردار و پیشوا کون ہے؟

ع۔ اور شام والوں کا پیشوا کون ہے؟ | ز۔ حسن بن ابی الحسن ہیں۔

ز۔ مکحول ہیں۔ | ع۔ غلام ہے یا عرب۔

ع۔ غلام ہیں یا عرب۔ | ز۔ غلام ہیں۔

ز۔ غلام ہیں۔ نوبی قوم سے قبیلہ | ع۔ کوفہ کی سرداری کسکے سپرد ہے

ہذیل کی ایک عورت نے انہیں آزاد | ز۔ ابراہیم نخعی کے۔

کیا تھا۔ | ع۔ عرب ہیں یا غلام۔

ع۔ اہل جزیرہ کی سرداری کسکے سپرد ہے [illegible]

ع۔ ویلٌ لک۔ اے زہری! تم نے میرے دل کی گرہ کھولدی۔ خدا کی قسم عرب کی سرداری کا سہرا غلاموں کے سر رہا اور غلام لوگ عرب کے پیشوا اور سردار بنگئے۔ یہانتک کہ انھیں کے خطبے ممبروں پر پڑھے جاتے ہیں اور عرب نیچے رہتے ہیں۔

ز۔ نعم یا امیرالمومنین! اذا ھوا امر اودینہ من حفظہ سادہ من ضیع سقط (یعنی ہاں اے امیرالمومنین یہ اللہ کا حکم اور اسکا دین ہے۔ جو حفاظت کرے گا سردار و پیشوا ہوگا۔ اور جو ضائع کریگا گرجائے گا)

سرکار رسالت مآب سے پہلے عرب اپنے آپکو تمام قوموں سے شریف تر خیال کرتے تھے۔ اور اس پر بہت سختی سے پابند تھے یہانتک کہ بکریوں اور اونٹوں کا چرانے والا بھی خود کو قیصر و کسریٰ پر نسبی و خاندانی مقابلہ میں ترجیح دیا کرتا تھا۔ تمام عرب غرور نسل و خاندان کے نشہ میں بدمست تھا۔ اسلام نے سب سے پہلے اس قومی امتیاز کو اٹھانے کی تحریک کی اور یہ تعلیم دی کہ خاندانی غرور بالکل فضول ہے تم کو تمہارے عمل کے مطابق فضیلت دیجائے گی۔ اگر تم میں پرہیزگاری اور تقویٰ ہے۔

تو تم سبھوں سے افضل ہو۔ اور اگر تم میں یہ باتیں نہیں ہیں تو تمہاری
حقیقت اسلام میں کچھ بھی نہیں اور تمہارا عالی ہونا کوئی کام نہ آئیگا
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ط وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ط جو شخص ذرہ برابر بھی بھلائی کرے گا وُہ اسے پا لیگا اور جو
شخص ذرّہ برابر بھی بُرائی کرے گا وُہ اسے بھگت لے گا ؞

یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک قوم ترقی کرتی ہے اور جب اس میں پُوری
طاقت آجاتی ہے تو قومی نخوت اثر کئے بغیر نہیں رہتی جیسا کہ اُوپر ذکر
کیا گیا ہے۔ عرب میں قومی امتیاز کا بڑا خیال تھا لیکن جب اسلام نے
ترقی کی تو بجائے اسکے کہ اس میں اور ترقی ہو۔ اُلٹا اثر پڑا اور عرب اس
بات میں بہت نرم ہو گئے وُہ لوگ جو کل تک قبائل یثرب کے شرفا کو اس
قابل بھی نہیں سمجھتے تھے کہ بدر کی لڑائی میں ان سے مقابلہ کریں آج وُہ
غلاموں کی سرداری مان لینے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے ؞
مسلمانوں کی ترقی کے زمانہ میں قومی امتیاز کا مٹانا اور تمام مسلمانوں سے
ساتھ اخوت اسلامی کا مساوی درجہ پر قائم رکھنا وُہ قومی شعار اور
اپنی ترقی کا سب سے بڑا زینہ خیال کرتے تھے۔ اور درحقیقت اس کی

ترقی کا راز بھی یہی تھا اس مساوات کی تعلیم نے اسلام کے پھیلانے میں بڑی مدد دی تھی۔ لیکن افسوس کہ آج کل ہندوستان میں مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کے دیکھا دیکھی اپنی قوم کو ایک طور پر تقسیم کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ اسلام قومی امتیاز کو مٹانے آیا تھا۔ اب مسلمانوں میں شریف اور رذیل کی شاخیں پھوٹ نکلیں اور اس کی تشریح یہ کیجاتی ہے۔ کہ شرفا وہ ہیں جو سید شیخ ہوں اور کسان جولاہے وغیرہ یعنی اہل حرفہ کم ذات ہیں شرافت اور رذالت یہ دو نو الفاظ ہیں جو بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کو بات بات پر ذلیل کہنے لگتی ہے شرافت کے معنی یہی سمجھے جاتے ہیں کہ عالی خاندان ہونا چاہیئے۔ چاہے حرکات کیسے ہی خراب ہوں ایک شخص عالی خاندان ہونے کا فخر کرتا ہے مگر نہ اُسکے اخلاق ہی اچھے ہیں اور نہ پابندی مذہب سے اسکو کچھ سروکار۔ دن رات شراب و کباب میں مشغول رہتا ہے مگر پھر بھی جب کسی سے کوئی بات ہوتی ہے تو کہتا ہے میں شریف ہوں کیا شرافت کے معنی یہی ہیں؟ ایک وہ شخص جو چھوٹے طبقے کا ہے اور اس کے اخلاق اور اس کے حرکات کیسے ہی اچھے ہوں وہ ہزار

متقی اور پرہیزگار ہو مگر پھر بھی وہ کم ذات کے خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہو
سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حضرات اپنے نسب پر کیوں فخر کرتے ہیں ؟ کسی نے کیا
خوب کہا ہے ؎

آنانکہ فخر خویش باجداد می کنند
چوں سگ باستخوان دلِ خود شاد می کنند

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ؎

اَیُّھَا الْفَاخِرُ جَھْلاً بِالنَّسَبْ اِنَّمَا النَّاسُ لِاُمٍّ وَّلِاَبْ

اے جہالت سے اپنے نسب پر فخر کرنے والے (ذرا غور تو کر) کہ سب کے
سب انسان ماں باپ ہی سے تو پیدا ہیں ؎

ھَلْ تَرٰی ھُمْ خُلِقُوْا مِنْ فِضَّۃٍ اَمْ حَدِیْدٍ اَمْ نُحَاسٍ اَمْ ذَھَبْ

(کیا ان میں سے تو کسی کو) سونے، چاندی یا تانبے لوہے کا بنا ہوا
دیکھتا ہے ۔

ھَلْ تَرٰی ھُمْ خُلِقُوْا مِنْ فَضْلِھِمْ ھَلْ سِوٰی لَحْمٍ وَّعَظْمٍ وَّعَصَبْ

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مال کی وجہ سے آدمی بن گئے ہیں (دیکھو
تو سہی) بجز گوشت، پوست، ہڈی اور پٹھوں کے ہے کیا ؟

إِنَّمَا الْفَخْرُ لِعَقْلٍ ثَابِتٍ ۔۔ وَحَيَاءٍ وَّعِفَافٍ وَّأَدَبٍ

صرف عقلِ سلیم، حیا، و پرہیزگاری اور ادب یہ چیزیں قابل فخر ہیں۔

شمس العلماء حضرت مولانا حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اپنی کتاب بنات النعش میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔۔

"جن لوگوں سے ذاتیں چلیں وہ بڑی نمود کے لوگ تھے اور اپنے "
" گروہ میں سردار تھے اگر فخر کریں تو وہ لوگ اور یوں تو ذات "
" پر فخر برابر ہوتا آیا ہے۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اس میں لوگ "
" شیخی خورے نہ رہے ہوں جب لیاقت والے بزرگ مر گئے۔ "
" جنکا نام تھا اُن کی اولاد میں کوئی نام نمود والا ہوا نہیں اب "
" فخر کریں تو کس بات پر۔ بیچارے مُردوں ہی کی ہڈیوں کو پڑے "
" چچوڑ رہے ہیں"۔

شرافت نسبی کی عزت عقلمندوں کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ ارباب دانش ایک منٹ کے لئے بھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ نسب فروشی کی دکان سنوار کر دنیا میں عزت حاصل کیجائے۔ عام لوگ اور خاص

لوگ بھی اس شرافت نسبی کا فخر کرتے ہیں اور شرافت نسبی کے ذریعہ سے اپنی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں +

آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کا قصہ مشہور ہے۔ جب دونوں نے اللہ کی درگاہ میں نیازیں چڑھائیں تو صرف ہابیل کی نیاز قبول ہوئی +

کنعان۔بہت بڑے پیغمبر سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا۔مگر اللہ تعالے نے اس کو نااہل فرمایا جب طوفان میں یہ غرق ہو رہا تھا۔تو سیدنا نوح علیہ السلام نے اس کی حفاظت کے لئے خدا سے دُعا کی جواب ملا انہ لیس من اھلک یعنی عمل غیر صالح کے باعث وہ تمہارے اہل سے خارج ہوگیا ہ

چوں کنعاں را طبیعت بے ہنر بُود + پیمبر زادگی قدرش نہ افزود

پسر نوح با بداں بہ نشست + خاندان نبوتش گم شد

آذر بُت تراش کے فرزند سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے مگر یہ رشتہ خدا کی درگاہ میں کوئی کام نہیں آئے گا +

سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم پر جب عذاب نازل ہونے والا تھا خدا کے

حکم سے لُوط علیہ السلام مع اہل و عیال اُس شہر سے روانہ ہوئے مگر آپکی بیوی علالت کی وجہ سے آپکے ساتھ نہ گئی اور اُس پر عذاب نازِل ہوا۔

ابولہب جو رسالت مآب حضرت محمد مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ جسکے خاندان سے بڑھکر عرب میں کوئی خاندان نہیں تھا۔ لیکن ہر مسلمان کا اِس پر ایمان ہے کہ شرافت نسبی قیامت کے دن اُس کے کوئی کام نہ آئے گی ✣

اسلام ایک عام اخوت میں دُنیا کی تمام قوموں کو شامل کر رہا تھا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ اِس قِسم کے تفرقے مسلمانوں میں قائم رکھتا۔ ہاں اسلام شرافت کا خیال کرتا ہے مگر کونسی شرافت ؟ صرف دین کی جسکے اندر سب لوگ شریک ہوسکتے ہیں اسلام نے برابر اسکو بُری نگاہ سے دیکھا۔ کہ شرافت آبائی ورثار کے ساتھ وابستہ رہے۔

جب یہ آیت اُتری کہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (یعنی) اے حبیب! اپنے بھائی بند کو عذاب الٰہی سے ڈرا دیجئے۔ تو سرکارِ عالم یوں منادی کرنے لگے ✣

لے بنی عبد مناف! اے بنی عبدالمطلب! اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ

بنت عبد المطلب! تم اپنی جانوں کو خدا کے عذاب سے بچاؤ۔ میں خدا کے
مقابلہ میں تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میرے مال میں سے جو چاہو اور
جتنا چاہو مانگ سکتے ہو مگر یہ خوب جان لو کہ قیامت کے دن میرے
عزیز وہی لوگ ہونگے جو دنیا میں خدا سے ڈرتے رہتے ہیں اور تم
باوجود اس رشتہ داری کے میرے عزیز نہیں ہوگے۔ لوگ میرے پاس
نیکیاں لے کر آئینگے اور تم اپنے سروں پر دنیا کا بوجھ اُٹھا کر لاؤ گے
پھر میرا نام لے کر بار بار پکاؤ گے تم کہو گے کہ اے محمدؐ ہم فلاں کے بیٹے
ہیں۔ میں کہونگا کہ تمہارا خاندان تو معلوم ہوا مگر تمہارے اعمال
کہاں ہیں؟ جب تم نے خدا کی کتاب کو پسِ پشت ڈالدیا تھا۔ تو
اب جاؤ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ٭

حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے إِنَّ نَبِيَّكُمْ
وَاحِدٌ إِنَّ أَبَاءَكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّهُ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ
وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوَى أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ٭ (یعنی)
خوب جان لو کہ تمہارا نبی ایک ہے۔ اور تمہارا باپ ایک ہے نہ عرب
والے کو کسی غیر ملک والے پر کچھ فضیلت ہے اور نہ سرخ چمڑے والے کو

سیاہ چرشہ والے پر ہاں اگر فضیلت ہے تو پرہیزگاری کے اعتبار سے، آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا۔

دُوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ سَلَكَ عَلٰی طَرِیْقِیْ فَهُوَ اٰلِیْ۔ یعنی جو میری راہ پر چلا وُہ میری آل ہے۔

بہتیری حدیثیں اس کے متعلق ہیں چند کے ترجمے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دیکھو! تم عرب اور عجم کے کسی باشندے سے بہتر نہیں ہو ہاں پرہیزگاری اور تقویٰ میں سبقت لے جا سکتے ہو۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

لوگ خیال کرتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز میرے اہل بیت ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے میرے عزیز اور دُوست وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار ہوں۔ چاہے وُہ کوئی ہوں۔ اور کہیں ہوں۔

(الطبرانی فی الکبیر)

مسلمانو! خدا نہ تمہاری صورتوں پر نظر ڈالتا ہے نہ تمہارے حسب و نسب کو

اور نہ تمہاری دولت پر۔ بلکہ وُہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اور تمہارے کاموں پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر جس کسی کا دِل نیک ہوتا ہے خدا اُس پر مہربان ہوتا ہے ؏

(الحکیم)

حضرت مولانا ظہور الحق صاحب محدّث پھلواری مہاجر عظیم آبادی نے اکثر کتب معتبرہ اور روایات صحیحہ اور اقوال بزرگان سلف کا انتخاب کرکے ایک نہایت مدلل رسالہ اس موضوع پر آج سے سوا سو برس پیشتر تفہیم عوام کے لئے اُردو زبان میں لکھا ہے جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے ؏

"۔۔۔۔۔۔ کیونکہ ذات و صفات پر فخر کرنا سخت گناہ ہے۔"
"بلکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ وہ کوئلہ جہنم کا ہے باوجود اسکے"
"پھر کوئی بولے ہم سیّد ہیں یا شیخ یا مغل یا پٹھان اور دوسرے"
"مسلمان حرفت کرنے والوں کو نظر حقارت سے تکتا ہے وہ شیطان"
"جہنمی ہے صریح مخالفت قرآن کی کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن ناطق ہے"
"کہ شرافت منحصر ہے۔ ایمان پر اور ایمان میں کسی قوم کی تخصیص نہیں"

,, ''

,, . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . اور جناب ''

,, رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو سید کہتے ہیں۔ ''

,, اس معنی کر کے کہ سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔ نہ اس معنی کر کے ''

,, کہ آپ کی ذات سید تھی اور جہان کا کاروبار آپ کے تصرف میں ''

,, تھا۔ وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ پایا ان دونوں نے ''

,, زلیخا کے سید کو دروازے پاس۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ اطعنا ''

,, سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۔ یعنی سیدوں ''

,, نے ہمارے اور بڑوں نے ہمارے گمراہ کیا۔ ہم کو آنحضرت ''

,, صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی سید بولنے کو منع فرمایا ہے ''

,, اخرج ابوداود عن مطرف ابن عبد اللہ ابن الشخیر ''

,, قال انطلقت فی وفد بنی عامر الی رسول اللہ صلعم ''

,, فقلنا انت سیدنا فقال السید اللہ۔ یعنی آیا میں بھی عامر کے ''

,, ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا ہم نے آپ سید ہیں ہمارے ''

,, سو فرمایا سید تو اللہ ہے ٭

" اب مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ شادی بیاہ میں کفو کا ملاحظہ کریں گر نہ ایماندار "
" خالص ملے تو اُسکو اپنا کفو سمجھیں۔ اگرچہ چمڑا ہی سیتا ہو۔ صاحب مشکوۃ "
" پوستین سیتے تھے کچھ مُضائقہ نہیں اور کفر اور شرک کی بُو معلوم کریں۔ تو "
" اس سے دُور بھاگیں گو ظاہر میں مال و اولاد اور پیرزادہ ہی ہو ÷ "

" . . . . . . . . . "

" . . . . . . . . . . . . . . . . . . "

" جو لوگ کفو کے مقدمہ میں یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ العرب بعضہم "
" اکفاء بعض والموالی بعضہا اکفاء بعض الاحائك او حجام "
" یہ حدیث اول تو مخالف ہے قرآن کی۔ دوم راوی کا نام گم ہے۔ سوم "
" حدیث منکر ہے چہارم سند شاید منقطع ہے پنجم معارض اس کی دُوسری "
" حدیث ہے جس کی سند قوی ہے یعنی انکحوا ابا هند و لو کان حجاماً "
" رواہ ابو داؤد۔ پس معلوم ہوا کہ شارع کی کفایت میں فقط ملاحظہ کفو "
" ایماندار کا ہے اور جو لوگ اپنے باپ دادا کے اچھے پن پر فخر کرتے ہیں۔ "
" اور اپنی شرافت لوگوں پر جتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بڑے خاندانی "
" ہیں اور ہمارے بڑے ایسے تھے اور ایسے وُہ فی الحقیقت گوہ کے

" کیڑے ہیں کہ گوہ کو اپنی ناک سے کریدتے ہیں اور وہ لوگ کوئلہ جہنم کے ہیں
" چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ عن ابی هریرة رضی الله عنه عن
. النبی صلعم قال لینتهین اقوام یفتخرون بآبائهم الذین
" ماتوا انما هم فحم من جهنم او لیکونن اهون علی الله من
" الجعل الذی ید۔ هده الخراء بانفه ان الله قد اذهب
" عنکم عبیة الجاهلیة وفخرها بالآباء انما هو مومن تقی
" او فاجر شقی الناس بنو ادم و ادم خلق من التراب ۔
" رواه الترمذی۔ یعنی روایت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ
" علیہ وسلم سے فرمایا چاہیئے کہ باز رہیں لوگ جو فخر کرتے ہیں اپنے موے باپ
" دادا پر مقرر وے کوئلے جہنم کے ہیں البتہ ذلیل زیادہ ہیں اللہ پر۔ گوہ کے
" کیڑے سے جو کریدتا ہے گوہ کو اپنی ناک سے بیشک اللہ لے گیا۔ تم
" سے تکبر جاہلیت کا اور فخر کرنا باپ دادا پر مقرر شان یہ ہے کہ نہیں وہ
" مگر مومن متقی یا فاجر بدبخت سب لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم پیدا ہوئے
" مٹی سے۔ پس معلوم ہوا کہ فخر کرنا باپ دادوں پر نشانی ہے جہنم کی اور
" فخر کرنیوالا دینداروں کے نزدیک ذلیل ہے جیسے گوہ کا کیڑا ◆

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی کسی کو عذر نہ ہوا کہ اپنی لڑکیوں کی شادی نومسلم غلاموں سے کر دیں۔ یہی لوگ اسلام کے قبل ایک قبیلہ کی لڑکی کی شادی دوسرے قبیلہ کے لڑکے سے کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے لیکن اسلام کی تعلیم نے ان تمام بیجا قیود کو اٹھا دیا۔

علامہ شبلی فرماتے ہیں ؎

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالب کفو

یا مساوات کا اسلام سے پھیلا یہ اثر

بارگاہ نبوی کے جو مؤذن تھے بلال رضؓ

کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں

جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں

یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پر مجھے خواہش تزویج بھی ہے

ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دِل سے منظور
جس طرف اُس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر

خود سردارِ دو عالم نے اپنی پھوپھی زاد بہن کی شادی اپنے غلام زید بن حارثہ سے کر دی۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ یہ وُہ مہتمم بالشان واقعہ ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ یہ ہے مساوات کی اصلی تعلیم ؞

---

ایک دلچسپ مضمون "معیارِ قومیت"، مسٹر یوسف الزمان آسیونی کا رسالہ زمانہ بابت جنوری ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔ جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے ؞

"اتحاد عالم کو استوار کرنے کے لئے ایک اور رشتے کی ضرورت ہے
" لیکن جس کا خیال ہندوستان میں بہت کم لوگوں کو ہے۔ وہ مساوات
" ہے۔ یہ صرف کہنے کی بات ہے کہ ہم بیرو کریسی (مطلق العنان)
" حکام کے غلام ہیں۔ سب سے پہلے ہم جاہ ثروت۔ شرافت و
" نجابت۔ تفریق مراتب اور پُرانے رسم و رواج کے غلام ہیں۔

" بیرو کریسی کی غلامی تو سب کے بعد آتی ہے اگر آج ہم ان سب کی
" غلامی سے آزادی حاصل کریں تو بیرو کریسی کی غلامی سے ہم خود
" بخود آزاد ہو جائیں گے - ہم میں کتنے لوگ ہیں جو غریب دیہاتی
" کاشتکاروں کو نیم وحشی نہیں تصور کرتے - ہم میں کتنے ہیں - جو
" زمینداروں اور تعلقہ داروں کی کثیر دولت اُن کے ہی مراتب
" اُن کے خدم و حشم کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے "
" کاش کہ ہم ان نیم برہنہ کاشتکاروں اور مفلس ملکی بھائیوں کا
" بھی خیال کرنے لگیں - جن کا پیٹ کاٹ کر ہم اپنی شکم پُری نہیں،
" بلکہ شکم سیری کر رہے ہیں - کاش ہم وقتاً فوقتاً اُن کروروں
" بے دست و پا ہندوستانیوں کی افسوسناک حالت سے متاثر
" ہونے لگیں - جو اچھوت کے نام سے پکارے جاتے ہیں - اور جو
" اگر آج اپنے کاموں کو چھوڑ بیٹھیں تو ارباب دولت کا سارا
" سامان اور کروفر "سیما کی سی نمود" ہو جائے افسوس ہم ابھی
" دولت کے بندہ ہیں اور تفریق مراتب اور ذات پات کے خیال کو
" ہم نے مذہبی حرمت دے رکھی ہے "

" ہندوؤں میں برہمن چھتری وغیرہ دوسروں کو اپنے برابر نہیں
" سمجھتے۔ اور مسلمانوں میں بھی زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنکو
" کم از کم شادی بیاہ کے وقت کسی عربی النسل ہی کی تلاش ہوتی
" ہے مشکل سے کوئی مسلمان گھرانا ایسا ہوگا جو خود ہندوستان کو
" نومسلم سمجھتا ہوگا، ورنہ ہر ایک اس بات کا مدعی ہے کہ ہمارے اجداد
" عرب، ایران، بخارا، کابل وغیرہ سے آکر یہاں آباد ہوئے، اور
" اس طرح وہ خود کو ہندوستانی کہتے ہوئے ایک قسم کی ذلت
" سی محسوس کرتے ہیں۔

" کوئی ان بندگان "مدارج" اور دشمنان "مساوات" سے
" پوچھے کہ آپ عرب اور کابل و بخارا سے اپنے تعلقات تاریخی اور
" نسلی حیثیت سے ثابت تو کریں۔ اتنے ہی سوال پر وہ آمادہ
" فساد ہو جائیں گے کیونکہ اُن کا عربی النسل ہونا ویسا ہی بدیہی
" ہے جیسا کہ دو اور دو کا چار ہونا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان
" ہونے کو جہاں دس بیس نسلیں گزر گئیں۔ بس خاص عرب اور صحابۂ
" رسولؐ سے شجرۂ خاندانی کے ملا دینے کے وہ قانوناً حقدار ہو گئے

" اس گروہ کے نزدیک دوسرے مسلمان گو مذہبًا نہیں تاہم سوشل
" حالت میں بالکل حقیر اور کمترین ہیں ÷
" اتحاد عالم کے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے ہندوستان کے
" سچے بہی خواہوں کو موجودہ تفریق مراتب کے جادو کا راز فاش
" کرنے میں بڑی کوشش استقلال اور زبردست ایثار دکھانا ہوگا
" یاد رہے کہ جب تک ملک میں اس طرح دولت کی عبادت اور تفریق
" مراتب کا خیال موجود رہیگا حقیقی بین الاقوامی جماعت کبھی وجود
" میں نہیں آسکتی ÷

---

سُلطان دارین شہنشاہ کونین سردار عالم رسول اکرم حضرت احمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام پیغمبروں سے افضل ہیں خود بھی تمام مسلمانوں پر اپنے کو فوقیت نہیں دیتے تھے۔ کھانے کے وقت آپ معمولی آدمی کی طرح بیٹھا کرتے غریبوں کے ساتھ ہمیشہ مِل جُلکر تشریف رکھا کرتے۔ مجلسوں میں بھی آپ کے لئے کوئی ممتاز جگہ نہیں رہتی تھی۔ بلکہ سب لوگوں کے ساتھ اس طرح مِل جلکر تشریف رکھا کرتے

کہ باہر سے آنیوالوں کو حضرت صلعم کے پہچاننے میں دقت ہوتی اور دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی کہ حضرت کون ہیں؟ جب لوگ تبلاتے توگنوار لوگ اکثر نہایت بے ادبی کے ساتھ سوال کرتے لیکن آنحضرت صلعم نہایت خوشی سے اُن لوگوں کو جواب دیتے۔ افسوس آجکل ہمارے مذہبی پیشواؤں کی زیادہ تر یہ حالت ہے کہ اگر کسی غریب سے سوال کرنے میں الفاظ کا ذرا اُلٹ پھیر ہوا تو برہم ہوجاتے ہیں اپنی ذات میں دُوسرے بندگان خدا سے خصوصیت و امتیاز کا قائم رکھنا ان کا خاص شیوہ ہوگیا ہے ملنے جلنے میں اُٹھنے بیٹھنے میں خلوت و جلوت میں الغرض قدم قدم پر انہیں سب سے زیادہ فکر رہتی ہے۔ تو یہی کہ خدا کے دُوسرے بندوں سے خود کو ممتاز و مخصوص رکھیں مگر سرور دو عالم کا یہ حال تھا کہ جنگلوں میں اپنے اصحاب کے ساتھ خود لکڑیاں چنتے اور خندقوں میں اپنے یاران و انصار کے ساتھ پتھر میں زمین پر پھاوڑے چلاتے

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

آپ اپنی نسبت لفظ سیّد یعنی آقا سننا گوارہ نہیں فرماتے ایک بار ایک صحابی نے کہا "اے میرے آقا" آپ نے فرمایا مجھکو آقا (سیّد) نہ کہو

آقا تو ایک ہی ہے یعنی خدا ایک دفعہ ایک بدوی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اُسوقت وہ رُعب سے کانپ رہا تھا آپ نے اس کو کانپتے دیکھکر فرمایا "تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ میں اُس ماں کا بیٹا ہوں جو قدیہ کھاتی تھی (قدیہ ایک معمولی عربی کھانا ہے) اَللّٰہُ اَکْبَرْ +

روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی سفر میں اصحاب نے کھانا پکانے کیلئے اپنے اپنے ذمہ کام لے لیا۔ تم جانتے ہو کہ ہمارے آقا نے اپنے ذمہ کیا کام لیا تھا؟ لکڑیاں لانے کی خدمت حضور نے خود اپنے ذمہ لی تھی

جب مسجد نبوی تیار ہو رہی تھی تو تقریبًا تمام مہاجر انصار اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے، خود رسول خدا صلعم دست مبارک سے اینٹ ڈھوتے اور ہر قسم کا کام کرتے تھے +

ایک جنگ کے لئے جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی تو حضرت سرور کائنات بھی تمام صحابہ کے ساتھ کام میں مشغول تھے +

ایک بار ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے رحمۃ اللعالمین نے دیکھکر فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے اختیار میں دیا ہے جو خود کھاؤ وہ اُن کو کھلاؤ جو خود پہنو۔ اُنکو پہناؤ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری فوجی مہم جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات موجود تھے اُسامہ کی سرداری میں بھیجی تھی۔ جو آپ کے غلام زید کے بیٹے تھے۔ چند لوگوں کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی تو حضرت نے فرمایا "لقد طعنتم فی امارۃ ابیہ وقد کان لہا اہلا وان اسامۃ لہا اہل" تم لوگ پہلے زید کی سرداری پر بھی طعن کر چکے ہو حالانکہ وُہ اس کام کا اہل تھا اور اب اُسامہ سردار بنایا گیا ہے اور وہ اسی کام کا اہل ہے۔

نقل ہے کہ ایک بار ایک عورت جو قبیلۂ مخزوم سے تھی چوری میں پکڑی گئی۔ قریش نے اُسامہ سے جو حضور صلعم کو بہت عزیز تھے کہا کہ آپ حضرت صلعم سے سفارش کریں جب حضرت اُسامہ نے سفارش کی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

اے لوگو تم سے پہلے قومیں اسلئے ہلاک کی گئیں کہ جب اُن میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اُس کو سزا دیتے لیکن خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی بھی چوری کرتی تو اُس کو بھی سزا دیتا یعنی اُس کا ہاتھ ضرور کاٹا جاتا۔

یہ ہے حقیقی مساوات کی تعلیم اور اسلامی فرمانروائی کی اصلی تصویر۔ ہے کوئی ایسی مثال اس دور میں جہاں یورپ کے کونہ کونہ میں جمہوریت حریت اور مساوات کا ڈنکہ بج رہا ہے؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے اقیموا حدود اللہ علے القریب والبعید ولا تاخذ کم لومۃ لائم خدا کے حدود (یعنی قوانین جو مقرر کردیئے گئے ہیں) قریب وبعید رشتہ دار اور غیر رشتہ دار سب پر جاری کرو اور خدا کے معاملہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا خیال نہ کرو۔

آج امریکہ اور فرانس کا گوشہ گوشہ مساوات اور آزادی کے غلغلوں سے گونج رہا ہے مگر ان ملکوں کی اندرونی حالت کو غور سے دیکھا جائے تو وہاں نام کو بھی مساوات نہیں۔ امیر اپنی لڑکیوں کی شادی کسی غریب سے کرنا پسند نہیں کرتے۔ غریبوں کے ساتھ کھانا عیب سمجھتے ہیں انکی سوسائٹی میں شریک ہونا برا خیال کرتے ہیں یہاں تک کہ عبادت خانہ میں بھی غریب کے ساتھ جانے میں عار ہوتا ہے۔ قبرستان بھی، امیروں کے لئے علیحدہ بنائے جاتے ہیں۔ صرف نام مساوات کا ہے۔

ان کے مقابلہ میں تم دیکھو کہ مذہب اسلام سکھاتا ہے کہ مسلمان سب برابر ہیں مسلمان شہنشاہ کو بھی ایک ادنیٰ غریب کے ساتھ کھانے میں عذر نہیں ہوتا ہے یہ صرف زبانی نہیں بلکہ مسلمان شہنشاہوں نے کرکے دکھلا دیا ٭ شاہزادیوں کی شادی اپنے غلاموں سے کر دیا ہندوستان میں بھی اس کی مثال موجود ہے مدتوں غلاموں نے یہاں سلطنت کی ۔ جو غلام خاندان کے نام سے موسوم ہیں ٭

ہماری مسجدیں امیر اور غریب کے لئے علیحدہ نہیں بنائی جاتی ہیں بلکہ سب لوگ خدا کے دربار میں ایک ساتھ اور ایک ادا سے حاضر ہوتے ہیں

تعلیم مساوات کا کامل اور مکمل اثر حضور پُرنور ہی تک محدود نہ تھا ۔ بلکہ آپ کے بعد بھی ایک مدت تک یہ نور آب وتاب کے ساتھ قائم رہا ۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلی جو تقریر فرمائی وُہ یہ تھی کہ "لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں ۔ اگر میں ٹھیک کام کروں ۔ تو مجھے مدد دو ۔ اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو مجھکو سیدھا کردو"

حضرت عمر فاروق رضؓ جن کے رعب سے بڑے بڑے شہنشاہ کانپتے تھے ۔

اپنے غریب غلاموں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتے اور سفر میں نوکروں کو
برابر حق دیتے تھے وہ واقعہ تو نہیں جانتا ہے جب حضرت عمرؓ اپنے ایک غلام
کیساتھ بیت المقدس جا رہے تھے ساتھ صرف ایک اونٹ تھا اور ایک
چادر۔ دونوں یکے بعد دیگرے سوار ہوتے اور چادر اوڑھتے تھے +

اتفاق سے جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو غلام کی باری تھی۔
غلام نے ہرچند عرض کیا "یا امیر المومنین! شہر نزدیک آگیا ہے" اونٹ پر
آپ سوار ہو جائیں۔ آپ نے انکار کیا اور شہر کے طرف اس طرح چلے۔
کہ اونٹ پر آپ کا غلام سوار تھا۔ اور آپ خود پیدل اونٹ کی مہار تھامے
چلے جا رہے تھے وہ لوگ جو قلعہ پر خلیفہ کے انتظار میں تھے یہ حالت
دیکھکر حیران رہ گئے۔ اور بغیر لڑے اطاعت قبول کر لی اور یہی سبب
انکے ایمان لانے کا ہوا +

سبحان اللہ! یہ تھی مساوات کی اصلی تعلیم۔ کیا تاریخ کوئی دوسری
نظیر ایسی پیش کر سکتی ہے؟ واللہ ایسی پیاری شان آپ کو کہیں نہیں ملیگی
یہ صرف اسلام ہی کی تعلیم ہے +
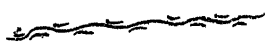
جناب چودھری دِلّو رام صاحب کوثری نے یہ واقعہ نظم کیا ہے

یورو شلم کی راہ کو اب تک یہ یاد ہے ۔ یعنی کیا جو کوچ سپاہ تمام نے
منزل جو نصف طے ہوئی آقا نے بس کہا ۔ چھوڑی نکیل اُونٹ کو فوراً غلام نے
اُس پہ چڑھا جناب عمرؓ نیچے آ گئے ۔ پکڑی مہار عادل عالی مقام نے
یوں چڑھتے اور اُترتے کیا طے وہ سب سفر ۔ حتیٰ کہ پہنچے بیت مقدس کے سامنے
چڑھنے کی باری اس گھڑی اُس کی تھی ضرور ۔ پیدل عمرؓ تھے ناز کیا گردِ گام نے
یورو شلم میں فوج ظفر موج جب گئی ۔ پوچھا خلیفہ کون ہے یہ اہل شام نے
سب نے کہا کہ آتے ہیں پیچھے امیر ملک ۔ یہ سن کے انتظار کیا خاص و عام نے
پیدل عمر تھے اور تھا اُس پہ چڑھا ہوا ۔ اس حال میں حضور کو دیکھا تمام نے
ہر چند تھے تھکے ہوئے لیکن پیادہ تھے ۔ چھوڑا نہ عدل ہاتھ سے ذی احتشام نے
چمڑے کا پیرہن تھا کہ پیوند تھا ہزار ۔ عش عش کیا خلیفہ پہ اک اژدحام نے
فاروق نامدار نے اس وقت یہ کہا ۔ ہم کو یہی سکھایا ہے خیر الانام نے

یہ دیکھکر عمل جو دلوں پر اثر ہوا
کلمہ پڑھا نبیؐ کا گروہِ عوام نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اک شام کا نومسلم بادشاہ

جبلہ بن الایہم غسانی نامی کی چادر کعبہ کے طواف میں ایک غریب شخص کے
پاؤں کے نیچے اتفاق سے دب گئی جبلہ نے ایک تھپڑ کھینچ مارا اس شخص نے
بھی اس کا جواب تھپڑ ہی سے دیا۔ جبلہ کو سخت غصہ آیا اور امیر المومنین کی
خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی آپ نے واقعہ سنکر فرمایا۔
تم نے جیسا کیا ویسا پایا اس جواب سے جبلہ کو سخت حیرت ہوئی۔ کہ
اس دربار میں امیر اور غریب۔ شریف اور رذیل میں کوئی فرق نہیں
اس کے بعد وُہ چھپکر قسطنطیہ بھاگ گیا اور وہاں جاکر مرتد ہوگیا۔
تو کیا امتیازات کے دلدادوں کا حشر بھی جبلہ کے ساتھ ہوگا؟ ہاں
اس سے زیادہ سخت انتقام ایسے لوگوں سے لیا جائے گا۔ کیونکہ وُہ
تو علانیہ مرتد ہوگیا کہ اس سے اسلام کو کوئی نقصان عظیم نہ برداشت کرنا
پڑا مگر ان کا شمار تو منافقوں میں ہوگا کیونکہ یہ اپنے کو اسلام کا پیرو
کہکر اس میں گھن لگانا چاہتے ہیں۔

ایک بار زیدؓ بن ثابت کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابیؓ
بن کعب کا کوئی مقدمہ پیش ہوا جب عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔
تو زیدؓ ثابت تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ نے فوراً روک دیا اور

فرمایا "اے ابن ثابت یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی +

حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اور اختلاف آرا ہوا تو حضرت امیر المومنین نے اس موقع پر فرمایا "میں بھی تم ہی میں ایک فرد ہوں میرا منشا یہ نہیں کہ میں جو چاہوں اس کو تم بھی مان لو" +

ایک دفعہ مجلس نبوی میں حضرت عمرؓ کے منہ سے اچانک نکل گیا کہ "اے بلال تم حبشی سیاہ رنگ ہو" یہ سنکر آنحضرت صلعم نے فرمایا "اے عمرؓ تم میں اسوقت تک جہالت کی بو باقی ہے" حضرت عمرؓ زمین پر گر پڑے اور جب اُٹھنے کا حکم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک بلالؓ اپنے پیر سے ٹیک دے کر نہ اٹھائینگے۔ میں نہیں اٹھوں گا۔ اور اس پر اتنا زور دیا کہ حضرت بلال کو ایسا ہی کرنا پڑا +

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت جب منصب خلافت کے مسئلہ کو مجلس شوریٰ میں پیش کیا تو فرمایا "اگر سالم مولیٰ ابی حذیفہ موجود ہوتے تو میں انہیں خلافت کے لئے نامزد کر جاتا"

تم جانتے ہو حضرت سالم کون تھے جنکے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیالات ایسے اچھے تھے کہ تمام دُنیا کے مسلمانوں کا امیر بنانے کے لئے نامزد فرما دینے کو مستعد تھے۔ ان کا شمار اکابر صحابہ میں ہے۔ تم نے

خیال کیا ہوگا کہ وہ خاندان قریش کے کسی معزز گھرانے سے ہوں گے،
نہیں وہ حضرت ثبیہ کے جو قریشی سردار ابو حذیفہ کی بیوی تھیں ،،
غلام تھے، شروع اسلام میں آقا اور غلام اسلام کے حلقہ میں شامل
ہوئے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ثبیہ نے حضرت سالم کو آزاد کر دیا
اور حضرت ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے شادی کر دی
حضرت سالم مسجد قبا کے امام مقرر ہوئے تھے جنکے پیچھے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر حضرات اکثر نماز پڑھا
کرتے تھے۔ دیکھو یہ مساوات کا کیسا حیرت انگیز نمونہ ہے ÷
کیا تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے ؟
ذکر ہے کہ ایک بار قریش کے چند سردار جن میں ابو سفیان بھی تھے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے آئے تھے۔ صہیب رومی رض
اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اسی غرض سے وہاں تشریف
لے گئے تھے حضرت امیر المومنین نے سب سے پہلے حضرت بلال وغیرہ کو
بلایا۔ اور دوسرے سرداران قریش بیٹھے رہے۔ ابو سفیان کو یہ بات
بہت بری معلوم ہوئی۔ انھوں نے دوسرے سرداروں کو کہا کہ دیکھو

۔ ہم لوگ یہاں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور غلاموں کو اندر جانیکی اجازت مل گئی۔ اِن میں ایک بہت حق شناس تھا اُس نے کہا کہ یہ اپنا قصور ہے بلالؓ وغیرہ کو اُس کا فخر حاصل ہے۔ کہ انہوں نے ہم لوگوں سے پہلے اسلام قبول کیا ✣

ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اور سنو۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ کو تقسیم اموال میں حضرت اُسامہ بن زید سے کم درجہ رکھا گیا۔ اس پر عبداللہ نے حضرت خلیفہ سے اس کی شکایت کی کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے اس مساوات کے فرشتے نے جواب دیا۔ کہ چونکہ اس کا باپ زید حضرت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارا تھا، اور اُسامہ خود بھی تم سے زیادہ عزیز تھا،۔ اللہ،، اللہ مساوات کے بارے میں اسلام اور اسکے ماننے والوں کے معاملات عجیب وغریب تھے ؟ آج تعجب ہے۔ کہ اسلام کے ماننے والے طرح طرح کے خاندانی امتیازات و تفریقات کی بت پرستانہ پرستش کر رہے ہیں۔ آہ! ایک زمانہ تھا کہ خداوند پاک اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتۂ اطاعت کے سوا دُوسرا کوئی رشتہ نہیں تھا ✣

.. غور کرو اور ان واقعات سے سبق لو - ایک غلام زادہ کو امیرالمومنین کے لڑکے پر فوقیت دی جاتی ہے اور وہ چوں نہیں کرتا ہے *

ایک دفعہ خلیفۂ چہارم امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زرہ ایک یہودی نے لے لی تھی - آپ مدعی بنکر اس کے برابر اپنے زمانہ خلافت میں اپنے مقرر کردہ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں جاکر کھڑے ہوئے - اور اپنی گواہی میں حضرت امام حسنؓ اور اپنے غلام قنبرؓ کو پیش کیا - قاضی نے انکی شہادت لینے سے انکار کر دیا اور کہاکہ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں قبول نہیں کی جاسکتی - حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیال میں یہ شہادت قابل قبول تھی *

قاضی کی یہ معقول بات سنکر جناب امیرالمومنین خاموش ہو گئے آپکا دعویٰ خارج کر دیا گیا - یہودی یہ دیکھکر سخت متحیر ہوا - کہ اللہ اکبر اسلام اور مسلمانوں کا یہ انصاف ہے -

یہودی باہر نکلا اور عرض کرنے لگا کہ آپ کی صداقت میں کوئی شک نہیں یہ زرہ آپ کی ہے یہ کہکر وہ بطیب خاطر مسلمان ہو گیا *

سبحان اللہ۔ کیا ہی اچھا زمانہ ہوگا کہ ہر فرد و بشر سچی بات پر جان دیتا تھا۔ خود خلیفۂ وقت کا اپنے بنائے ہوئے قاضی کے سامنے مدعی بنکر جانا، قاضی کا خلاف میں مقدمہ فیصلہ کرنا اور ذرا خیال تک دل میں نہ لانا اور پھر خلیفۂ وقت کا اس کو ذلت نہ سمجھنا، کیا معمولی باتیں ہیں!؟

اس سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کے احکام موافق فطرت و موافق عقل ہیں تو تم اپنی باطنی آنکھ (دل) سے دیکھو کہ قومی امتیازات موافق فطرت ہیں۔ یا خلافِ عقل۔ یہ تم جانتے ہو کہ مخلوقات میں ہر نوع کے مختلف اقسام ہیں۔ مثلاً گھوڑا اِس میں کوئی بہت چھوٹا ہوتا ہے تو کوئی بڑا۔ کوئی تیز اور کوئی سست۔ اور اسی انداز سے اسکی قیمت بھی مختلف ہوتی ہے۔ اگر دو گھوڑے بکنے آئیں ان میں ایک بڑی ذات کا ہے۔ اور دوسرا چھوٹی ذات کا۔ مگر بڑے کی چال خراب ہے، اور بدمعاش بھی ہے اور اسی کا جواب چھوٹا ہے یعنی تیز بھی ہے اور ٹھیک بھی۔ تو تم بتاؤ ایک عقلمند آدمی کسے پسند کریگا۔ اور قیمت کس کی زیادہ ہوگی؟ ہاں بعض ایسے بھی ہیں جو ظاہری بھڑک دیکھکر بڑے ہی کو ترجیح

دیں گے +

اسی طرح تمام مخلوقات ہیں۔ حتیٰ کہ انسان کی بھی مثال تمہارے سامنے ہے۔ جب کہ عقل کی دُوربینی صرف ظاہری بھڑک ہی تک محدود نہیں بنتی بلکہ اس کا انتخاب اس حد سے گزر کر اس کے اصلی وباطنی جوہر تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اسلام کا انتخاب اس کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے

اگر یہ سچ ہے کہ عزازیل (شیطان) خدا کی خدائی کا قائل تھا خدا کی پرستش دل و جان سے کرتا تھا اور ہر گوشۂ آسمان اس کی عبادت کا شاہد تھا +

اگر یہ درست ہے کہ عزازیل کی خدمت ملائکہ کے لیے باعث فخر تھی اور پھر اگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ اس کا خطاب معلم الملکوت تھا اور وُہ سب فرشتوں کا اُستاد اور بزرگ ترین مخلوق مانا جاتا تھا۔ تو پھر اُس کی کونسی حرکت اس کا کونسا فعل اور اس کی کونسی بات اس انقلاب کا باعث ہوئی۔ جس کی بدولت وہ شیطانِ مردود اور طرح طرح کے ذلیل ترین خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ)

فرشتوں نے رشک کر کے خدا سے اس کی شکایت کی۔ یا خُدا کی خدائی

منکر ہوگیا؟ نہیں اِن میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے ۔

اب آپ غور کریں۔ کہ کیوں وُہ راندا گیا؟ یہی امتیاز اس کی لعنت کا باعث ہوا۔ اس نے اپنے کو آدم علیہ السّلام پر فوقیت دینی چاہی، بس یہی ایک بات خُداوند تعالےٰ کو اچھی نمعلوم ہوئی اور اسی ایک بات نے اس کی صدیوں کی عبادت و ریاضت کو اور ہمیشہ کے زہد و تقوی کو ملیامیٹ کردیا ۔

مگر اے قومی امتیاز کے شیدائیو! اگر تمہارے دل کی بینائی ہمیشہ کیلئے رخصت نہیں ہوگئی ہے۔ تو تم غور کرسکتے ہو کہ تمہارا غرور عزازیل کے غرور سے بالاتر ہے۔ کیونکہ اُسنے دُوسرے جنس پر اپنے کو فوقیت دینی چاہی ہے مگر تم ہم جنس میں فوقیت چاہتے ہو اور شیخی بگھارتے ہو ۔

ہاں تم یہ کہسکتے ہو۔ کہ اُسنے خدا کے حکم کو نہ مانا تھا۔ اسلئے راندا گیا مگر تمہیں بھی خدا اور اسکا رسُول ہر جگہ مساوات برتنے اور دل سے غرور کو نکال دینے کیلئے کہتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو گا۔ وُہ دوزخ میں نہ رہے گا۔ اور جس کے دل میں رائی برابر

بھی شیخی ہوگی۔ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ شیخی کا مضمون لوگوں کی سمجھ
میں نہ آیا۔ تو کسی نے عرض کیا۔" آدمی اچھے کپڑے اچھے جوتے کو پسند
ہی کرتا ہے،، آپ نے فرمایا یہ نہیں۔ اللہ خود اچھا ہے اور اچھائی کو
پسند فرماتا ہے۔ شیخی یہ ہے کہ حق بات نہ مانے اور خدا کے بندے کو
حقیر جانے،، اس سے معلوم ہوگیا۔ کہ جس کے دِل میں رائی برابر بھی
شیخی ہوگی اس میں رائی برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ کیونکہ شیخی اور
ایمان کا مسکن ایک نہیں ہوسکتا

ایک جگہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر مسلمان دوسرے
مسلمان کا بھائی ہے کوئی مسلمان نہ کسی مسلمان پر ظلم کرے نہ اُس کو
رسوا کرے، نہ ناچیز جانے۔ آپ نے اپنے سینۂ مُبارک کی طرف اشارہ
کرکے فرمایا" پرہیزگاری یہاں ہے۔" پھر آپ نے تین بار فرمایا۔
انسان کے بُرے ہونے کو اسیقدر بہت ہے کہ وُہ اپنے مسلمان بھائی
کی حقارت کرے اور اس کو ناچیز جانے مسلمان کی سب چیزیں جان،
مال اور آبرو سب مسلمانوں پر حرام ہیں

کیا اب بھی تم حیلہ کرسکتے ہو۔ اور اس سے اجتناب کا دعویٰ کرسکتے ہو

کہ عزازیل اور تم ایک ہی طبقہ میں شمار نہیں کئے جاؤ گے ؟ گویا ان احکام سے انحراف کر کے تم صرف اپنے کو ان انسانوں ہی پر فوقیت نہیں دیتے ہو ؟ بلکہ (معاذ اللہ) تم خدا سے بھی سبقت لیجانا چاہتے ہو۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول کے حکموں کو اپنے نفس کے احکام پر ترجیح دیتے ہو ٭

غور کرو۔ سوچو اور سمجھو اپنے کو شیطان کا ساتھی نہ بناؤ اور ایسے بیہودہ خیالات کو دل سے نکال ڈالو ٭

آہ ! کہاں گئی ہماری عقل ؟ اور کدھر رخصت ہوئے ہمارے حواس ! کیا ہوئی حکمت اور کہاں گئی ہماری عقلمندی ؟ آج کیوں ہمارے نام میں دھبا لگایا جا رہا ہے ؟ آج ہم دنیا میں کیوں ذلیل و خوار ہیں ؟ آج ہم کیوں نفرت کی نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں ؟ آج ہم پر کیوں پھبتیاں اور آوازے کسے جا رہے ہیں ؟ وہ کونسی ایسی ظلمت ہے۔ جس نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے ؟ یہ سب ہمارے کرتوت کے بیج بوئے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنے خدائے وحدہٗ لاشریک کے قائم کئے ہوئے رشتہ کے سوا دوسرے رشتے قائم کر لئے اور اس طرح

ہمارے ہی نکالے ہوئے خاندانی امتیازات اور تفریقات نے ہمیں بالکل غارت کر دیا +

ایک دن وُہ بھی تھا جبکہ ہم مسلمانوں کی اجتماعی طاقت نے دنیا کے اندر حیرت انگیز انقلاب پَیدا کر دیا تھا۔ عرب کے اس وادی ذی ذرع سے لے کر یورپ کے مشہور دریائے لوآئر تک جس پر آج سلطنت فرانس کے اقبال اور بلندی کا پرچم لہرا رہا ہے ہم ہی تھے جن کے گھوڑوں کی نعلوں اور سموں کو چوما۔ اس اور اس جیسے دُوسرے دریاؤں میں ہماری بے باکانہ تیراکی مدت العمر تک تاریخ اپنے سبق آموز اوراق میں جگہ دیتی رہیگی۔ ہم ہی تھے۔ جس نے یونان کے قدیم علوم وفنون کو ایک مرتبہ پھر نئی زندگی بخشا۔ اور ہم ہی تھے جسنے حکمتِ چین کو مردہ جسد میں پھر ایک نئی رُوح پھونک دی ہم ہی تھے جسنے ہندُوستان جیسے تاریک اور دھندھلے ملک کو اپنی زبردست روحانی الکٹریسٹی پاس کر کے جگمگاتی ہوئی روشنی سے منور کر دیا۔ کبھی میدانوں میں تلوار بنکر چمکے۔ کبھی خانقاہوں کے در و دیوار پر ہمارے پاک وجود سے انوار وتجلیات الہٰی کا ظہور ہوتا رہا اور کبھی دنیا کی بڑی بڑی درسگاہوں

میں اُستاد الکل اور دُنیا کے بہترین سبق دینے والے نظر آئے +

لیکن بدبختی کہو۔ بے نصیبی کہو۔ یا آسمان کی گردش کہو۔ جسوقت سے کہ ہمارا شیرازۂ قومی بکھرا اور اق پراگندہ ہوئے اقبال نے ساتھ چھوڑا ترقی نے رخصتی سلام کہا۔ عروج نے منہ موڑا نیکیاں رخصت ہوئیں تمام خوبیوں اور ساری بھلائیوں نے مہاجرت اختیار کرلی آہ! اسی وقت سے ہماری ہستی ایک مٹے ہوئے قافلہ اور وجود گرد کارروان کی طرح بے اثر اور بیوقعت نظر آنے لگی +

وہ جو ہمارے خوان کرم کے پرورش یافتہ تھے وُہ جنھوں نے مدتوں ہمارے سامنے زانوے ادب تہ کیا تھا اور وُہ جو ہماری پھینکی ہوئی ہڈیوں سے اپنے کھوکھلے اور بھوکے پیٹ بھر لینے کے عادی رہ چکے تھے آہ! آج وہی تہذیب اور شائستگی فلسفہ اور حکمت کے مدعی اور عروج و اقبال کے مالک بنکر ہمارے مقفل خزانے کو لوٹ کر شایستہ اور مہذب بن گئے اور ہمارے منہ پر قومیت کا گیت الاپنے لگے +

آہ! بے نصیب قوم (مسلمان) آنکھیں کھول۔ آخر یہ کیا بوالعجبی ہے یہ کیسا تغیر اور انقلاب ہے۔ یہ کیسی تباہی اور بربادی ہے یہ کیسی ذلت اور رسوائی ہے

کچھ سمجھا، کچھ غور کیا، کچھ بھی سوچا۔ کونسی ایسی زبردست نعمت تھی جو تیرے
آبائی خزانے سے گم ہوگئی۔ جس نے اس حد تک اور اس نتیجے کو پہنچا دیا ہے
مجھ سے سُن، وُہ نعمت بے بہا وہ تیرے آبائی خزانے کا انمول لعل مساوات
اور صرف مساوات ہے۔ اگر اب بھی تو اس راز کو سمجھے اپنی گزشتہ
اصلیت پر لوٹے اور اپنی کھوئی ہوئی دولت اور طاقت کو حاصل کرنے میں
عمر بسر کرے تو سُن کہ دُنیا تیری ہے آسمان تیرا، اقبال کا تاج تیرے
سر پر۔ اوج اور ترقی کا زرین تخت تیرا فرش خاک ٭

آج جب دُنیا میں ایک نئی لہر دوڑ رہی ہے اور خیالات میں ہیجان پیدا
ہو رہا ہے۔ پُرانی عمارتوں کے انہدام پر نئی تعمیر کی بنیادیں رکھی جا رہی
ہیں مسلمانوں کو بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ آج سے تیرہ سو برس قبل
انہیں کیا تعلیم دی گئی تھی۔ اور اب اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوگئی ہیں
اور اسوقت جبکہ تمام ندی نالے صاف ہو رہے ہیں گیا اوّل چشمہ کی طرف
توجہ کرنی چاہئے یا نہیں؟ ہمارے لئے حکم تھا۔ کہ سب مسلمان بھائی بھائی
ہیں لیکن آج ہماری کیا حالت ہے۔؟ ہم ایک دوسرے کو کمینہ اور
رذیل کہتے ہیں ہم دُنیا کے لئے نمونہ بنائے گئے تھے۔ اور حکم ہوا تھا کہ تمہارے

رسول تمہارے لئے نمونہ ہیں اور تم دنیا کی قوموں کے لئے نمونہ ہو۔ لیکن آج یہ "اُمت وسط" اصلی شاہ راہ سے اس قدر ہٹ گئی ہے کہ منزل مقصود کا کہیں نشان نہیں ملتا۔

اے خدائے دو جہاں، اے خالق کون و مکاں، تو ہماری حالت ایک بار اور سنبھال دے تاکہ ہماری زندگی پھر قابل رشک ہو جائے، اور دُنیا حیرت کے ساتھ چلا اُٹھے۔

"سچے پرستاں توحید اپنی اصلیت پر لوٹ جانے کے بعد اس طرح ہُوا کرتے ہیں۔"

---

گنہگار

محمد حفیظ اللہ

## قطعہ تاریخ طبع اوّل

از نتیجہ فکر حسان الہند مولانا تمنا صاحب مدظلہ عمادی مجیبی پھلواروی سابق
پروفیسر عربی و فارسی نیشنل کالج پٹنہ

صد شکر کہ این تازہ کتاب خرد افروز — شد طبع بصد حسن و بصد شان شد[illegible]
دانست حفیظم کہ دریں کارگہ دہر — ایں صنعت تصنیف بود خیر صنائع
چوں بخت جواں یاور او شد ہمہ آمد — در دامن سعیش ہمہ گلہائے ذرائع
ایماں نیست بجز معجز اخلاق مصنف — تحسین کہ شنود است زہر کارہ و طائع

پرسید چو او گفت تمنا بجوابش
میدان سنہ طبع زمرغوب طبائع

## قطعہ تاریخ طبع اوّل ۱۳۴۰

(از نتیجہ فکر عالیجناب مولانا خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی)

کیا خوب حفیظ آپ نے لکھا ہے رسالہ — اس جہد کی تعریف کوئی کر نہیں سکتا
قرآن و احادیث سے ثابت یہ کیا ہے — اسلام جاری ہے مساوات کا دریا
ہم سب تو حقیقت میں ہیں اک باپ کے فرزند — کس بات کا پھر فرق ہے کس بات کا غو[illegible]
ہاں قطعہ تاریخ ہو تازہ کوئی عشرت — اعداد بھی ہوں لفظ مساوات سے پی[illegible]
احاد و عشرہ کو دیں پانچ سے اب ضرب — تا آب جو باقی رہیں ان کو کریں دُو[illegible]

# قطعہ تاریخ طبع ثانی

از نتیجہ فکر حضرت مولانا محمد فرخند علی صاحب مدظلہ فرحت مدرس اوّل مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام

مطبوع خلق پہلے ہی سے تھا یہ رسالہ — اب زیور طباعت سے پھر ہوا مزین

اسلام کی مساوات اس سے عیاں بخوبی — ہے اتحاد قومی کا بہترین یہ ارگن

ثابت قرآن وسنت سے اس کے کل مضامین — دعوی ہر اک مدلل ہر مدعیٰ مبرہن

طرزِ ادا سلیس اور طرز بیاں ہے دلکش — مضمون بلند پایہ ہر اک دلیل روشن

صد آفرین و تحسین کے دونوں مستحق ہیں — فاضل مؤلف اسکے اور انکی سعی و قدغن

فرحت نے فی البدیہ تاریخ طبع لکھی

ہے دلفریب دلکش یہ دوسرا ایڈیشن

۱۳۴۶ھ

# قطعہ تاریخ طبع ثانی

(از نتیجہ فکر لسان القوم مولانا خیر رحمانی دربھنگوی سابق مدیر اخبار الپنچ بانکی پور)

پھر چھپ گیا دوبارہ یہ خوشنما رسالہ — جو اتحاد قومی کی ہے بڑی نشانی

مومن وہی ہے جو ہو اک دوسرے کا بھائی — یہ ہے حدیث نبوی کچھ یہ نہیں کہانی

مقبولیت کی اس کی ہے یہ دلیل کافی — ہاتھوں میں آپکے ہے اب اسکا طبع ثانی

ہر بات اسکی سلجھی ہر اک بیان دلکش — دکھا ہے ہر اک بیاں میں کیا داد خوش بیانی

پوچھا ہمارے دل نے تاریخ طبع اسکی

ہمنے کہا ہے اچھی برجستہ طبع ثانی

۱۳۴۶ھ

## قطعہ تاریخ طبع ثانی

### از نتیجۂ فکر حسان الہند مولٰنا تمنا صاحب مدظلہ عمادی مجیبی پھلواروی

آں حفیظ اللہ کہ از جان ہم عزیز — دارمش، چوں دارد او حسن خصال

آنکہ بر بود از اقارب گوے فضل — آنکہ آمد در اماثل بے مثال

ما لہ من عندہٖ زلفیٰ لنا — زانہ من عندہٖ حسن المآل

عزم عرشش در فضاے کائنات — غرۂ توفیق را آمد ہلال

کرد اسلامی مساوات اور قم — سرمۂ عبرت دہ چشم کمال

وقت طبع اوّل چو در بر کردہ بود — گفتہ بودم سال طبعش حسب حال

وقت طبع ثانیش آمد چو باز — بہر سالش باز کرد از من سوال

گفتم اے جان تمنا بہر ایں

درس ہوش افزاے عبرت شد سال

۱۳۴۶ھ

لطائف پریس نمبر ۳۳ بنیاپوکھر روڈ کلکتہ میں چھپکر مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب صانی پھلواری شریف پٹنہ سے شایع کیا

مطبوعہ الطافی پریس کلکتہ
نمبر ۳۳ بنیاپوکھر روڈ